جال

شبنم شفیق

انسان کے اعمال اس کے اردگرد ہی رہتے ہیں... چاہے وہ نیک ہوں یا بد... وہ اپنے عمل کے مضبوط جال میں جکڑا رہتا ہے... کچھ ایسے ہی کرداروں کے نفس و فطرت کے گرد الجھی تحریر... ہر کردار کا باطن اس کے ظاہر پر غالب تھا... وقت کی گردشوں میں چھپے واقعات کی کڑیاں... ایک کڑی ٹوٹی تو اس سے جڑی دوسری کڑیاں ایک ایک کرکے ٹوٹتی چلی گئیں۔

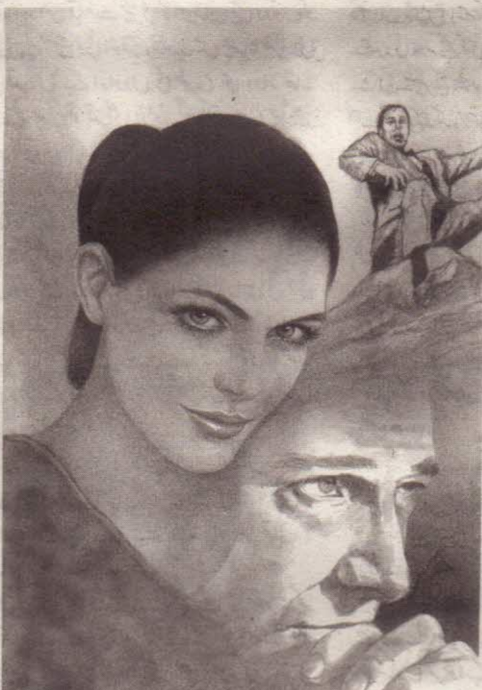

مکافات عملِ کی پروردہ...... سرورق کی دل شکن کہانی......

آسودہ حال لوگوں کی اس کالونی کے بالکل اختتام پر بنا ہوا دو کمروں پر مشتمل گھر دور سے ہی خستہ حال لگتا تھا۔ شاید اسی لیے کسی نے اس گھر پر دوسری نظر نہیں ڈالی تھی ورنہ اپنی کالونی پر لگے اس [illegible] بہت سال پہلے ہی کی جا چکی ہوتی۔ ویسے بھی وہ گھر کالونی کے آخر میں ہونے کی وجہ سے بے ضرر تھا۔ کسی کو اس کے وہاں ہونے نہ ہونے سے کوئی اعتراض تھا بھی نہیں مگر حنا کو [illegible] حسرت زدہ گھر میں ہونے پر

www.urdupalace.com

بھی اعتراض تھا۔

وہ جب بھی کالج سے واپس آتی، اس گھر تک پہنچتے پہنچتے اس کے وجود سے زیادہ اس کی روح تک تھک جاتی تھی۔ عالی شان بنگلوں کے پورچ سے نکلنے والی چمکتی گاڑیاں روز ہی اس کے احساسات پر ایک تازیانہ سا لگاتی تھیں۔ وہ یہاں سے نقاب میں گزرتی اور واپس آتی تھی ورنہ اسے بے ضرر اور ایک گھٹیا سے کپڑے کے تھان میں لپٹا وجود سمجھنے والے ایک نظر تو ٹھٹک کر ضرور دیکھتے۔ وہ اس ایک نظر کی تمنائی نہیں تھی بلکہ خود بھی ایک ایسی ہی نظر بن جانے کی خواہش میں وہاں سے گزرتی تھی۔

بلاشبہ وہ حد سے زیادہ حسین تھی۔ اس کا پورا وجود قیامت خیز تھا اور اس قیامت خیزی کا ان ماں بیٹی دونوں کو اندازہ تھا اس لیے حسن کو فی الوقت نقاب میں چھپانا ضروری تھا۔ اس کا قد اس کے ارادوں کی طرح ہی دراز تھا۔ ارادے اونچے ہوں تو قد بھی اونچا لگنے لگتا ہے۔ تیز تیز قدموں سے چلتی وہ ایک اچٹتی نگاہ بڑے اور عالیشان گھروں پر ڈالتی آگے بڑھ رہی تھی۔ یہ بڑے گھر اس کے حوصلے اور ارادوں کو روز نئی تازگی دیتے تھے۔ لیکن گھر تک پہنچ کر بے پناہ تھکن اس کے وجود میں سرائیت کر جاتی۔ بڑے گھروں کو دیکھنے سے جو تازگی وہ اپنے اندر اتارتی آتی تھی، اپنے چھوٹے کچرا نما گھر کو دیکھ کر وہ ایک بھیانک اور تلخ کڑواہٹ میں ڈھل جاتی۔ لوہے کے زنگ آلود، جگہ جگہ سے ٹوٹے دروازے کو دھکیلتی وہ اس گھر میں روز کی طرح داخل ہوئی۔

''آ گئی میری حور بیٹی۔'' اس کی ادھیڑ عمر لیکن چست بدن والی ماں روز کی طرح اس کی بلائیں لینے لگی۔ وہ کتابیں ایک طرف رکھ کر اپنے وجود سے لپٹے چادر نما تھان کو اتارنے لگی۔

''اماں تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے یہ مجھے حور شور نہ کہا کرو۔'' وہ اکتاہٹ سے بولی اور کمرے میں پڑی واحد میز کے پاس رکھی ٹوٹی اور قدرے ادھڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''تو کسی حور سے بھی زیادہ پیاری ہے، اس دنیا کی کہاں لگتی ہے۔'' ماں پیار سے اس کا گال چھو کر بولی۔

''کاش تو نے اس دنیا جیسا ہی پیدا کیا ہوتا، آج لوگوں کا جھوٹا تو نہ کھا رہی ہوتی۔'' وہ میز پر پڑی قورمے اور بریانی سے بھری پلیٹوں کو دیکھ کر بیزاری سے بولی۔

''نہ بیٹا ایسا نہیں کہتے ساری دنیا امیر لوگوں سے تھوڑا ہی بھری ہے۔ ہمارے [illegible] کہاں ایسے مہنگے کھانے نصیب ہوتے ہیں۔''

''ہوتے تو جھوٹے ہیں نا، تو مجھے کسی دن تو گھر کا بنا کھانا کھلا دیا کر، تنگ آ گئی ہوں میں یہ قورمہ بریانی کھا کھا کر۔''

''تیرے لیے میں جھوٹا تھوڑا ہی لاتی ہوں، کھانا پکتے ہی سب سے پہلے تیرے لیے نکال لیتی ہوں۔''

''اماں آج میرے انٹر کے پیپرز ختم ہو گئے ہیں، اب دو ڈھائی ماہ کی چھٹیاں ہیں۔'' وہ ایک دم سے بات بدلتے ہوئے بولی۔

''تو......؟'' ماں کے چہرے پر ایک دم سے تاریکی پھیل گئی۔

''تو کیا، میں نے تجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میں ان چھٹیوں میں تیرے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔'' وہ اطمینان سے بولی اور پھر اسی اطمینان سے بریانی کھانے لگی۔ ماں نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر بولی تو جیسے برسوں کی تھکن اس کے لہجے میں سمٹ آئی۔

''میں نے ساری عمر لوگوں کے گھروں میں اس لیے کام نہیں کیا کہ تو پڑھائی چھوڑ کر......''

''پڑھائی تمہیں چھوڑوں گی، بے فکر رہو۔ بس تم مجھے کل سے ساتھ لے جایا کرو۔ اگر تمہیں اچھا نہیں لگتا تو میں کسی اور بنگلے میں نوکری ڈھونڈ لوں گی۔'' وہ دوٹوک لہجے میں بولی۔

''میں نے ایک ایک روپیہ جوڑ کر تجھے اس لیے نہیں پڑھایا کہ تو لوگوں کے برتن مانجھے۔ میں تجھے ڈاکٹر بنانا چاہتی ہوں۔''

''ڈاکٹر بننے کے لیے بہت پیسے چاہئیں اماں، یہ قورمے، بریانی کی پلیٹیں کھا لینے سے ڈاکٹر نہیں بن جاؤں گی۔''

''میں کر لوں گی سب انتظام، تجھے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''کیا انتظام کرے گی تو، کیا ڈاکا ڈالے گی۔ ڈاکٹر بننے کے لیے ہزاروں نہیں لاکھوں روپے چاہیے ہوتے ہیں جو تو ساری عمر خواب میں بھی نہیں جوڑ سکے گی۔'' وہ پلیٹ کھسکاتے ہوئے نفرت سے بولی۔

''میں مالک سے بات کروں گی، کچھ نہ کچھ بندوبست وہ کر ہی دیں گے اتنے امیر ہیں اور دل کے بھی بڑے سخی ہیں۔''

''تو ٹھیک ہے، کل تک بات کر کے دیکھ لے اگر تیرے سخی مالک نے رقم دے دی تو ٹھیک ہے، میں میڈیکل [illegible] سے تیرے ساتھ جایا

www.urdupalace.com

کروں گی۔'' وہ کہہ کے کمرے میں چلی گئی اور ماں کا چہرہ بے بسی کی مکمل تصویر بن گیا۔ اسے خود بھی کم ہی یقین تھا کہ مالک اسے اتنے پیسے دے دے گا مگر وہ پھر بھی ناامید ہونا نہیں چاہتی تھی۔ پرسوں آنے میں ابھی ایک دن باقی تھا۔ وہ دن اس کی بیٹی کی زندگی کو تاریکی سے اجالوں یا پھر مزید تاریکی میں لے جانے والا تھا۔ اس کی نیند اڑ گئی۔ بیٹی جوان ہوا اور خوب صورت بھی تو نیند ویسے بھی ضرورت کی آتی ہے۔ مگر آج یہ ضرورت بھی اڑ گئی تھی۔ وہ سونا چاہتی ہی نہیں تھی۔ وہ پرسوں تک صرف اپنے مالک سے امداد لینے کے بارے میں نہیں سوچ رہی تھی بلکہ شجاع احمد کے پاس جانے کا سوچ رہی تھی۔ پچھلے اٹھارہ سالوں سے وہ ان کے پاس نہیں گئی تھی مگر اب جانا چاہتی تھی۔

اٹھارہ سال پہلے جب وہ خود بمشکل اٹھارہ کی تھی، اس کی جوانی پر پہلی نقب شجاع احمد نے ہی لگائی تھی۔ نقب جائز طریقے سے لگی تھی مگر وہ اس کی بیٹی کو قبول نہ کر سکا۔ وہ مارے خوف کے وہاں سے بھاگ آئی تھی اور یہی اس کی غلطی تھی۔ کتنا عرصہ اِدھر اُدھر دھکے کھانے کے بعد اس کچرا نما گھر میں رہنے کا آسرا ملا تو اس نے اپنی بنیادیں یہیں مضبوط کرنا شروع کر دیں۔ دو چار اچھے گھروں کا کام کر کے اسے کھانے اور رہنے کا جو سہارا ملا، وہ اسے ہی غنیمت سمجھی لیکن اب ان سب غلطیوں کی تلافی کا وقت آ گیا۔ اس کی بیٹی کو اس کا جائز مقام حاصل کرنے کا حق تھا۔ وہ پچھلے اٹھارہ سالوں سے اسے لوگوں کا بچا کھچا اور جھوٹا کھانا کھلاتی آئی تھی لیکن اب بیٹی مزید جھوٹا کھانا نہیں چاہتی تھی تو اس میں برائی ہی کیا تھی۔ وہ اپنی بیٹی کو کام والی بنتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ آج وہ ایک کام والی کی بیٹی تھی تو یہ اس کا نصیب نہیں تھا۔ اس کا نصیب یہ تھا کہ وہ ایک جدی پشتی رئیس کی اولاد تھی اور اب وہ بیٹی کا نصیب بدل دینا چاہتی تھی۔

☆☆☆

رئیس شجاع احمد کی شجاعت، حسن و مردانگی کے قصے اب قصۂ پارینہ ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی جگہ اب اس کے بھتیجے سالار نے لے لی تھی۔ وہ جوان تھا، ذہین تھا۔ شجاع احمد نے پرانے وقتوں میں جو کام کیے تھے وہ نئے زمانے میں نئے انداز سے کر رہا تھا۔ کاروبار کی دنیا میں چچا کی طرح جھنڈے گاڑ رہا تھا۔ چچا جسمانی طور پر تو بوڑھا ہو چکا تھا لیکن کاروباری دنیا میں اس کی ذہانت کا کوئی مقابل نہیں تھا۔ وہ چچا بھتیجا مل کر بزنس کی دنیا کے ٹائیکون بن چکے تھے۔ شجاع احمد نے [illegible] شادی کی [illegible] پیدا ہوا وہ بھی ذہنی و جسمانی طور پر معذور تھا۔ بیوی نے اگلے دس سال اسی آس میں گزار دیے کہ شاید کوئی نارمل بچہ پیدا کر سکے لیکن جب یہ آس حسرت بن گئی تو اس حسرت نے اس کی جان لے لی۔ شجاع احمد چاہتا تو بچے کی خاطر اور شادی کر لیتا لیکن نہیں کی، وہ جان چکا تھا کسی کی بددعا کے حصار میں ہے چاہے جتنی بھی شادیاں کر لے صحت مند بچے پیدا نہیں کر سکے گا اسی لیے اس خواہش کا گلا گھونٹ کر اپنے دو ننھے بھتیجوں کی پرورش کرنے لگا۔ اس کے بھائی اور بھابی کار ایکسیڈنٹ میں مارے گئے۔ اس ایکسیڈنٹ کے پیچھے اسی کا ہاتھ تھا مگر یہ کوئی کیسے جان سکتا تھا۔ اسے دو عدد صحت مند بیٹے بغیر شادی کے مل چکے تھے۔ یہ اس کی بہترین پلاننگ تھی۔ وہ اپنی محنت سے بنائی بزنس امپائر کو اپنے بھائی کے ہاتھ کیسے لگنے دے سکتا تھا اس لیے انہیں اس دنیا سے بھیجنا ہی عقل مندی تھی۔ اب وہ تھا اور اس کے بھتیجے... ایک بھتیجا لندن میں شادی کرنے کے بعد اسے اپنی زندگی سمجھ بیٹھا تھا۔ یہ بھی شجاع احمد کی پلاننگ میں شامل تھا۔ جائداد کے وارث ایک سے زیادہ ہوں اچھا ہے لیکن بزنس چلانے والا ہاتھ ایک ہی ہونا چاہیے، یہی بزنس کی کامیابی ہے۔ ذہنی طور پر بھی سالار اپنے دوسرے بھائی سے چار ہاتھ آگے تھا اسی لیے شجاع احمد اسے آگے ہی آگے بڑھاتا چلا گیا۔ سالار کی شکل میں دوسرا شجاع تیار ہو چکا تھا۔ اور اب بیٹھ کر کھانے کے دن آ چکے تھے لیکن کھاتے، کھاتے اسے ہچکی لگ چکی تھی وہ جان گیا کہ غافل رہے گا تو اس ہچکی کا مرض جان لیوا ہو جائے گا۔ اس کے جاسوس اسے سالار کی سرگرمیوں سے مسلسل آگاہ کرتے رہتے تھے۔

کچھ عرصہ پہلے بدنام گلی کی بے نام حسینہ کی زلفوں کا اس پر اثر ہو گیا تھا، یہ اثر اترنے کے بجائے مزید پُراثر ہو چکا تھا۔ بات پسندیدگی اور تحفے تحائف تک رہتی تو شجاع احمد قطعی برا نہ جانتا۔ ایسے کام جوانی میں وہ بھی کر چکا تھا لیکن نئی اطلاعات کے مطابق وہ اس حسینہ کو بزنس پارٹنر بنانے جا رہا تھا۔ اپنے کچھ شیئرز کے حقوق اسے دے کر بزنس میں حصے دار بنانے والا تھا۔ یہ بات شجاع احمد جیسے بندے کے لیے قطعی قابل قبول نہیں تھی۔ یہ پہلی ہچکی نہیں تھی اس سے پہلے بھی وہ شجاع احمد کے منع کرنے کے باوجود ان کے جوانی کے زمانے کے ناپسندیدہ آدمی سے ایک بزنس ڈیل بھی کر چکا تھا۔ شجاع احمد خاموش رہنا نہیں جانتا تھا لیکن سالار نے انہیں یہ کہہ کر خاموش کروا دیا کہ وہ کمال نامی اس آدمی کو [illegible] آؤٹ کرنا چاہتا ہے اس لیے

www.urdupalace.com

اس کا بھروسا جیت کرنا قابلِ بھروسا بنا دے گا۔ شجاع احمد کو یہ بات مطمئن نہیں کر سکتی تھی، وہ جانتا تھا کمال اس میدان کا پرانا کھلاڑی تھا لیکن وہ یہ بھی چاہ رہا تھا کہ سالار اپنے تجربے سے بھی کچھ سیکھے اس لیے خاموش ہو گیا۔ جانتا تھا کمال جیت جائے گا لیکن بزنس میں کبھی کبھار گھاٹا کھانے سے تجربات کو پختگی ملتی ہے۔ نقصان چونکہ ممکنہ تھا اس لیے کمال کے بازی جیت لینے پر شجاع احمد کو صبر کے گھونٹ پینے پڑے۔ سالار کو شرمندہ ہونا چاہیے تھا۔ ماضی کے سارے کارناموں کے پیچھے شجاع کا ہاتھ تھا اس لیے اسے کامیابی ملتی رہی۔ پہلی مرتبہ ناکامی پر اسے شجاع احمد کی سرپرستی میں دوبارہ چلے جانا چاہیے تھا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ گزشتہ کامیابیوں نے اس کی کمر کے خم نکال دیے تھے اس لیے وہ جھکنا بھول چکا تھا۔ شجاع احمد اس کی معافی کا انتظار ہی کرتا رہا اور اب یہ دوسرا صدمہ تھا۔

پہلے بزنس میں گھاٹا اور اب ایک بزنس پارٹنر، وہ بھی ایک گمنام عورت، شجاع احمد کو غصہ دلانے کے لیے یہ کافی تھا۔ اس وقت وہ اپنے کمرائے خاص میں سالار کا منتظر تھا۔ اب بات کرنے کا وقت آ چکا تھا۔ یہ میٹنگ ان دونوں کے درمیان تھی۔ سالار کی آمد کا اسے اندازہ ہو چکا تھا۔ سالار کی ایک گاڑی کے ساتھ جب چھ عدد دوسری گاڑیاں جو سیکیورٹی گارڈز سے بھری ہوتی تھیں، رکتی تھیں تو ٹائروں کے بریکس کی آوازیں دور تک اس کی آمد کا اعلان کرتی تھیں۔ پہلے یہ آوازیں سن کر شجاع احمد کا سر فخر سے بلند ہو جاتا تھا۔ سینہ پھول جاتا تھا لیکن اب صورتِ حال برعکس تھی، اس کے پورے وجود میں شدید غصے کی لہریں اٹھ رہی تھیں جنہیں وہ بمشکل دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بلیو کلر کے ٹو پیس سوٹ میں چمچماتے جوتوں اور گلاسز کے ساتھ وہ اپنے باڈی گارڈز کو باہر رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے میٹنگ روم میں داخل ہوا۔ اس کی گوری رنگت اور آنکھیں بالکل اپنے باپ وقار احمد جیسی تھیں۔ سر اٹھائے سینہ پھلائے جب وہ سامنے آیا تو شجاع کو وقار کی جھلک نظر آنے لگی۔ وہ حیران تھا آج سے پہلے اسے سالار میں وقار کی رتی بھر جھلک نظر نہیں آئی تھی۔ آج وہ سامنے کھڑا تھا تو جیسے اسے للکار رہا تھا کہ مجھ سے تم... **بھاگ نہیں سکتے۔**

''سلام چچا جان۔'' وہ بانہیں پھیلائے سینے سے لگنے کو تیار تھا۔ شجاع احمد نے بمشکل اپنے تاثرات نارمل کیے اور اسے سینے سے لگا لیا۔

''کیا حال ہے [illegible]

سے۔'' وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''کہیں نہیں بس تفریح کا موڈ تھا، عفیفہ کے ساتھ رہا۔ اس کی کمپنی میں وقت گزرنے کا پتا نہیں چلا۔'' اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے وہ دھڑلے سے بولا۔

''ایسی کمپنی کو اپنے کام پر حاوی نہیں ہونے دیتے میرے بچے، عفیفہ جیسی لڑکیوں کو ضرورت سے زیادہ خود پر سوار کرو گے تو ذہن آرام پرستی کی طرف زیادہ مائل ہو گا، اچھا بزنس مین اپنی اولین ترجیح بزنس کو ہی دیتا ہے۔''

''بجا فرمایا آپ نے اسی لیے عفیفہ کو اپنا بزنس کا پارٹنر بنانے والا ہوں، بہت ذہین لڑکی ہے بزنس ایڈمنسٹریشن کی ڈگری ہے اس کے پاس۔''

شجاع احمد نے ایک گہری سانس لی۔ ''تو تمہیں اس پر مکمل بھروسا ہے؟''

''بالکل۔'' وہ بھرپور اعتماد سے بولا۔ شجاع احمد مسکرانے لگا۔

''مجھے تم پر اعتماد ہے بھتیجے، یقیناً تم نے کچھ بہتر پلان کیا ہو گا۔'' وہ بولا تو سالار کا چہرہ کھل اٹھا۔

''مجھے آپ سے اسی جواب کی توقع تھی، آئی لائیک یو۔'' وہ سرونگ ڈش سے چکن اسپرنگ رول لیتے ہوئے بولا۔

اسی وقت ملازم نے ایک عورت کے آنے کی اطلاع دی۔

''کون ہے؟'' وہ اچنبھے سے بولا۔

''خود کو پرانی ملازمہ بتا رہی ہے۔ ایک ڈرائیور رسول بخش کی بیٹی ہے۔''

''ریشم۔'' بے ساختہ شجاع احمد کے منہ سے نکلا۔ پھر اس نے اپنے تاثرات کو کمپوز کرنے کی کوشش کی لیکن شاید ناکام رہا۔ اس کا چونکنا سالار سے چھپا نہ رہ سکا۔

''کون ریشم؟'' وہ چائے کا سپ لیتے ہوئے بولا۔

''تھی ایک پرانی ملازمہ۔'' وہ قدرے نخوت سے بولا۔ ''اسے بٹھاؤ کچھ دیر بعد ملوں گا اس سے۔'' ملازم سر ہلا کر باہر جانے لگا جب سالار نے اسے روک لیا۔

''اسے یہیں لے آؤ، میں بھی اس پرانی ملازمہ سے ملنا چاہتا ہوں، گھر میں کوئی بھی پرانا ملازم نہیں رہا۔''

''کیا ضرورت ہے کمینوں کے منہ لگنے کی، آئی ہو گی پیسے مانگنے۔''

''تم جاؤ اسے یہیں بھیج دو۔'' وہ ملازم سے بولا پھر شجاع احمد کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ''میں فارغ ہی ہوں اور کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔ ریشم سے ملنے میں کیا حرج [illegible] کرتے ہیں وہاں اسے

www.urdupalace.com

بھی کچھ دے دیں گے، ہوسکتا ہے بابا کی جوانی کا کوئی قصہ ہی سنا دے۔" وہ آنکھ مارتے ہوئے ہنس کر بولا۔ شجاع احمد کو نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرانا پڑا۔ ریشم کمرے میں داخل ہوئی تو شجاع احمد نے خود کو بہت پیچھے ماضی میں کھڑے پایا۔

"سلام صاحب۔" وہ اپنی لرزتی پلکیں اٹھا کر شجاع احمد کو ایک نظر دیکھتے ہوئے دوبارہ سے جھکاتے ہوئے بولی۔

"خیریت ریشم کوئی کام تھا کیا؟" شجاع احمد کڑے تیوروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ اٹھارہ سال پہلے اس عورت کی زلفوں کا وہ شکار ہوا تھا اور اب اٹھارہ سال بعد وہ نہ جانے کس شکار کی تلاش میں آئی تھی۔

"جی وہ......" وہ ایک نظر جھجکتے ہوئے سالار پر ڈال کر خاموش ہوگئی۔

"بولیے ریشم خاتون کس کام سے آئی ہیں آپ، کیا پیسے چاہئیں؟"

"نہیں صاحب پیسے نہیں کچھ اور لینے آئی ہوں۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں شجاع احمد پر نظریں جما کر بولی۔ اٹھارہ سال پہلے وہ ان نظروں سے نظریں نہیں ملا پاتی تھی اور اب بھی یہی حال تھا۔ ٹانگیں اور ہونٹ کانپ رہے تھے لیکن وہ خود کو مضبوطی سے جمائے کھڑی تھی۔

"اپنی بیٹی کا حق لینے آئی ہوں۔" وہ خشک گلا تر کرتے ہوئے بولی۔

"کون سا حق؟" سوال شجاع احمد کے چہرے پر صاف لکھا تھا۔ ریشم نے پھر سے سالار پر نظر ڈالی۔ وہ شاید اس کی موجودگی میں بات کرتے ہوئے جھجک رہی تھی۔ وہ یقیناً شجاع احمد کا بیٹا تھا ویسا ہی سرخ وسفید تھا۔ بات کرنے سے پہلے اس نے اپنے پلو کے نیچے سے ایک تصویر نکال کر شجاع احمد کی طرف بڑھادی۔ وہ چاہ رہی تھی کہ اپنے خون کو دیکھ کر شاید وہ اسے خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔ بات میں وزن ہو تو دوسرا اسے سننے کے لیے مجبور ہوجاتا ہے۔ شجاع احمد نے چند لمحے اس تصویر کو بڑے غور سے دیکھا اور پھر اسے پھاڑ دیا۔ وہ تصویر کے دو حصے کرنے کے بجائے ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگا۔ سالار نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ اس غصے کی وجہ پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن خاموش رہ کر معاملے کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"اسے پھاڑنے سے حقیقت نہیں بدلے گی صاحب جی۔" ریشم نے بے خوفی سے کہا۔ "خون ہے یہ آپ کا۔"

شجاع احمد جانتا تھا یہ اسی کا خون ہے، تصویر میں کھڑی نوجوان لڑکی اسی کا پرتو

دیکھ کر کوئی بھی کہہ سکتا تھا کہ یہ اسی کا خون تھی۔ لیکن وہ اس خون کو قبول کرنے پر نہ اٹھارہ سال پہلے تیار تھا نہ اب۔ سالار نے اس مرتبہ چونک کر اس خاتون کو دوبارہ دیکھا۔ "کس کی بات کررہی ہیں یہ؟" اس مرتبہ وہ بولے بغیر نہ رہ سکا۔

"ابھی کے ابھی یہاں سے دفع ہو جاؤ اور دوبارہ آنے کی ہمت نہ کرنا ورنہ میرے ملازم اتنے ہی ٹکڑے کریں گے جتنے اس فراڈ تصویر کے کیے ہیں۔" وہ سالار کے سوال کو نظر انداز کر کے غصے سے پھنکارتے ہوئے بولا۔

"وہ ڈاکٹر بننا چاہتی ہے مگر پیسے نہیں ہیں اگر نہ بن سکی تو لوگوں کے گھروں میں کام کرنے پر مجبور ہوجائے گی۔" وہ اپنی جگہ سے ہلے بغیر رنجیدگی سے بولی۔

"خاور اسے ذرا باہر کا رستہ سمجھا دو، پاگل خاتون ہے۔" شجاع احمد نے اپنے ملازم کو آواز دے کر حکم دیا۔

"ٹھیک ہے میں بھیک نہیں مانگوں گی لیکن تم یہ برداشت کرلینا کہ تمہاری بیٹی کمی کمین بننے جارہی ہے کیونکہ وہ بھی تمہاری طرح ضدی اور خودسر ہے۔" ریشم خاور کے ہاتھ کو جھٹک کر خود ہی چلی گئی۔

"یہ کیا سلسلہ ہے چچا؟" سالار کپ ملازم کو دیتے ہوئے حیرانی سے بولا۔

"کچھ نہیں، دیکھ نہیں رہے بلیک میل کرنے کی کوشش کررہی ہے نہ جانے کس کے ساتھ منہ کالا کیا ہے اور حق کا دعویٰ میرے سامنے کررہی ہے۔" شجاع خشک لہجے میں بولا۔ سالار نے مزید سوالوں سے گریز کیا۔ چچا غصہ تو دکھا رہا تھا لیکن غصے سے زیادہ پریشانی جھلک رہی تھی۔ یعنی اس عورت سے وابستہ کہانی میں کچھ صداقت کا خدشہ محسوس ہورہا تھا۔ وہ زیرلب مسکرانے لگا۔

"تو ٹھیک ہے چلتا ہوں میں پھر۔ عفیفہ کے ساتھ کچھ معاملات طے کرنے ہیں، دوبارہ ملاقات کے لیے حاضر ہوں گا نئی اطلاعات کے ساتھ۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے بولا۔ شجاع احمد نے ایک نظر اس پر ڈالی اور اسے الوداع کرنے لگا۔

☆☆☆

"نیامت۔" گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے سالار نے اپنے ایک خاص بندے کو آواز دی۔

"سر۔" وہ ہاتھ باندھے مؤدب کھڑا تھا۔

"ابھی جو خاتون اندر سے نکلی ہے، اس کا پیچھا کرو، پتا کرو کہاں رہتی ہے اور کس کے ساتھ رہتی ہے مکمل ڈیٹا اور

www.urdupalace.com

''او کے سر۔''

''چلو۔'' اس نے ڈرائیور کو اشارہ کیا۔ اس کی گاڑی کے آگے تین اور پیچھے دو گاڑیاں خاص رفتار سے چل پڑیں۔ اس کی گاڑی کے روانہ ہوتے ہی شجاع احمد پارکنگ میں موجود اپنی گاڑی کی جانب بڑھا۔ ڈرائیور نے آ کر پچھلا دروازہ کھول دیا۔

''نہیں، تمہاری ضرورت نہیں ہے۔'' وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

☆☆☆

''اماں۔'' دروازے سے اندر آ کر ریشم جیسے ہی آ کر بیٹھی اور بھل، بھل رونے لگی۔ وہ تیزی سے ماں کی طرف بڑھی۔

''کیا ہوا، کیوں رو رہی ہے تو اماں؟'' وہ پریشان ہوگئی۔

''وہ اب بھی ویسا ہے اس دن کی طرح آج بھی دھتکار دیا۔'' ریشم بکھرے لہجے میں روہانسی ہو کر بولی اور بیٹی کو گلے لگایا۔

''کون، کس کی بات کر رہی ہے تو؟''

''کسی کی نہیں۔'' ریشم اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے خود کو سنبھالنے لگی۔ ''ایسے ہی بس آنسو آ گئے۔''

''آنسو ایسے ہی تو نہیں آتے اماں..... کوئی وجہ ہوتی ہے، کسی نے تو تجھے اتنا گہرا دکھ دیا ہے۔ میں نے تجھے آج تک روتے نہیں دیکھا۔ بتا نا اماں کون ہے جس نے تجھے دکھی کیا؟'' وہ اصرار کرنے لگی ریشم نے تھکی تھکی نگاہوں سے اپنی اس خوب صورت لیکن بدقسمت بیٹی کو دیکھا اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ آج سے پہلے ان کے دروازے پر کسی نے دستک نہیں دی تھی، چونکنا لازمی تھا۔

''میں دیکھتی ہوں۔''

''نہیں۔'' ریشم کا دل ایک دم خوف سے بھر گیا، اس نے بے اختیار اسے روکا۔ ''تو اندر جا اور باتھ روم جا کر کنڈی لگا لے جب تک میں نہ کہوں نکلنا مت، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔'' ریشم کی چھٹی حس نے اسے خبردار کر دیا تھا۔ وہ ابھی شجاع احمد سے مل کر آ رہی تھی۔ یقیناً اس کے ہی آدمی پیچھا کرتے آئے تھے۔ ریشم کے حواس مختل ہونے لگے۔

''میں کیوں بند کر لوں خود کو، کون ہے آخر دروازے پر؟'' حنا جارحانہ انداز میں بولی آج سب کچھ عجیب ہو رہا تھا، پہلے ماں کا رونا اور اب پُراسرار انداز میں اسے باتھ روم میں بند ہونے کی تنبیہ [illegible] ہوئی۔ ریشم نے اسے کمرے کی طرف دھکیلا اور دوبارہ وہی تلقین کرتی دروازے کی جانب بڑھی۔ حنا پہلے تو ہکا بکا کھڑی رہی پھر بے اختیار باتھ روم کی جانب چل پڑی لیکن اس کے کان باہر کی آوازوں پر ہی تھے۔ ریشم نے جھجکتے ہوئے دروازہ کھولا لیکن باہر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

☆☆☆

عفیفہ نے دو پیگ تیار کیے اور کمال اور سالار کے سامنے رکھ دیے اور خود جا کر ایک پیگ اپنے لیے تیار کرنے لگی۔ وہ چلتی پھرتی سرور کی بوتل تھی، کمال اور سالار کی نظریں بیک وقت اس کے دلکش سراپا پر تھیں۔ کمال سے بزنس میں گھاٹا کھانے کے باوجود سالار اس کے ساتھ تھا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک وجہ تو اس کی قیامت خیز بیٹی عفیفہ تھی۔ بیٹی سوتیلی تھی لیکن محبت وہ سگے باپ سے بھی زیادہ کرتا تھا۔ عفیفہ نے سالار کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا تھا۔ سالار کا کمال کی طرف رجحان صرف عفیفہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ کمال نے اسے کچھ ایسے ٹھوس شواہد مہیا کیے تھے جن سے علم ہوا تھا کہ اس کے ماں باپ کی موت ایک حادثہ نہیں بلکہ شجاع احمد کی چال تھی۔ کمال نے اسے بڑی چالاکی سے اپنے جال میں پھنسایا تھا۔ بزنس میں خسارے کی ساری رقم سالار کو لوٹا دی اور اپنے منیجر کو اسے دھوکا دینے کے الزام میں نوکری سے نکال دیا۔ سالار اس کے خلوص اور دیانت داری سے متاثر ہوا۔ زیادہ متاثر اس کی سوتیلی بیٹی نے کیا تھا۔ وہ اس کی ہر خطا بھلا کر نئے سرے سے تعلقات استوار کرنے لگا۔ کمال نے اس کی رہی سہی ہمدردیاں اس کے ماں باپ کی موت کو ایک پلاننگ ثابت کر کے جیت لیں۔ سالار، چچا کو رقم کی اس واپسی کے بارے میں نہیں بتا سکا۔ اس طرح چچا، کمال اور اس کے تعلق کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ وہ انہیں کبھی بھی یہ پتا نہیں چلنے دینا چاہتا تھا کہ عفیفہ، کمال کی بیٹی ہے۔ اس لیے اس نے باقاعدہ پلاننگ سے عفیفہ کا ایک مخصوص طبقے سے تعلق ظاہر کیا تا کہ چچا متوجہ نہ ہوں اور وہ کمال اور عفیفہ کے ذریعے اپنے چچا سے بدلہ لے سکے۔

وہ جوان تھا اور جوانی بہکنے کے لیے ہوتی ہے، وہ ہر طرح سے بہک رہا تھا۔ ایک طرف شراب تھی عفیفہ جیسا شباب تھا اوپر سے کمال کی چالیں۔ وہ پرانے زمانے کا آدمی تھا۔ نئے زمانے اور نئے لوگوں کو اپنی انگلیوں کے اشارے پر چلانے کے سارے ہتھکنڈے جانتا تھا۔ وہ [illegible] شجاع احمد [illegible] اب دوست نہیں بن سکتا

www.urdupalace.com

تھا، اسے کھلنے کا صحیح وقت آن پہنچا تھا۔ اس کی ساری دولت سالار کے ذریعے اپنے قبضے میں کر کے وہ بہت سے فائدے اٹھانے والا تھا۔

''میں عفیفہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں انکل۔'' سالار نے خالی گلاس میز پر رکھتے ہوئے ایک متوقع بات کی۔ عفیفہ نے اپنی لمبی پلکیں اٹھا کر ایک خاص ادا سے اسے دیکھا۔ سالار اسے ہی دیکھ رہا تھا، ہولے سے آنکھ ماری۔ کمال نے ہوشیاری سے اسے نظرانداز کر دیا۔

''ہاں کیوں نہیں، یہ تم دونوں کا آپس کا معاملہ ہے مل بیٹھ کر فائنل کر لو۔ بس اطلاع دے دینا۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے یہ میرے لیے قابلِ فخر بات ہو گی کہ مرحوم وقار کا بیٹا میری دامادی میں آئے۔''

''لیکن میں شادی چوروں کی طرح چھپ کر نہیں کروں گی سارے شہر کو علم ہونا چاہیے۔'' عفیفہ بھویں اچکا کر بولی۔ وہ حق پر تھی۔ لیکن سالار کی پریشانی واضح تھی وہ ایسا کسی صورت نہیں کر سکتا تھا۔ عفیفہ ایک چبھتی ہوئی نظر اس پر ڈال کر کھڑی ہو گئی۔

''میں جانتی ہوں تمہارے انکار کی وجہ۔'' وہ ہونٹوں کو دبا کے مسکرا کر بولی۔ سالار نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''میرا تعلق ایک بدنام گلی سے ہے یہی بتایا ہے نا تم نے اپنے چچا جان کو؟''

''ایسا اس لیے کرنا پڑا تا کہ تمہارے بیک گراؤنڈ کا انہیں علم نہ ہو سکے۔ انکل کمال کے ساتھ چچا بزنس کرنے کے لیے کبھی بھی تیار نہ ہوتے۔ میں نے انہیں بتایا کہ تمہارا تعلق اس محلے سے ہے لیکن تم معصوم ہو اور پڑھی لکھی بھی ہو، میں تمہیں پسند کرتا ہوں اور اپنا بزنس پارٹنر بنانا چاہتا ہوں۔''

''تو تمہارا کیا خیال ہے اس جھوٹ پر وہ مطمئن ہو جائیں گے، انہیں شک ہو چکا ہے کہ تم نے میرے بارے میں جھوٹ بولا ہے۔''

''کیسے؟'' وہ حیران ہوا۔

''بابا کو کال کر کے انہوں نے وارن کیا ہے کہ مجھے تم سے دور رکھیں۔'' وہ بولی تو سالار نے ایک گہری سانس لے کر خود کو صوفے کی ٹیک سے لگا لیا۔

''وہ تمہاری سوچ سے زیادہ چالاک اور زیرک ہے۔'' کمال آہستگی سے بولا۔ ''میں اسے جوانی کے زمانے سے جانتا ہوں۔ وہ اپنے ذہن میں کوئی بھی شک نہیں رہنے دیتا، بات کی تہ تک پہنچ کر رہتا ہے۔ تمہارا اسے عفیفہ سے متعلق یہ بودا سا تعارف [illegible] کبھی مطمئن نہیں کر [illegible]

تمہیں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے مجھ سے مشورہ کرنا چاہیے تھا۔'' کمال نے ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔ ''دیکھو بیٹا مجھے غور سے دیکھو، میں وہ انسان ہو، جو ہمیشہ بزنس کی دنیا میں رہا ہے۔ میرے پاس وسیع تجربہ ہے۔ بزنس کی دنیا میں میرے کئی دوست ہیں جو مجھ پر اعتماد کرتے ہیں، میری بات کو سنتے ہیں۔ میں تم سے تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے نہیں ملا ہوں، مجھے مزید دولت بھی نہیں چاہیے، میں صرف تمہارا حق دلانا چاہتا ہوں، اس طرح مجھے تھوڑی ذاتی خوشی ملے گی کہ شجاع احمد کو میں نے بالآخر جھکا دیا لیکن اگر تم اور عفیفہ مل کر بزنس کی دنیا میں نام پیدا کرو تو مجھے بہت خوشی ہو گی۔ شجاع نے ساری عمر گناہ کیے، اس کے گناہوں کی سزا اسے ملنی چاہیے۔ میں ہر قدم پر تمہارے ساتھ ہوں۔ آئندہ مجھ سے مشورہ کرنا چاہو تو مجھے دلی خوشی ہو گی۔''

سالار یک دم سے اٹھ کھڑا ہو گیا۔

''چلتا ہوں اجازت دیجیے۔'' اس کا دھیان اپنی گھڑی پر تھا۔

''تو میں سمجھوں کہ تم نے میری بات کو غلط انداز میں نہیں لیا ہو گا۔'' کمال اس کے اچانک اٹھنے پر بولا۔

''نہیں انکل بس ایک دو ضروری کام یاد آ گئے پھر ملاقات کے لیے حاضر ہوں گا۔'' وہ خوش گوار لہجے میں بولا اور اٹھ گیا۔ کمال کے اشارے پر عفیفہ اسے رخصت کرنے چلی گئی۔

''تم نے کچھ زیادہ کر دیا۔'' عفیفہ کی واپسی پر کمال نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ اگنور کرتے ہوئے پیگ بنانے لگی پھر مسکراتے ہوئے آ کر اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

''اب یہ جلد ہی اپنے فیصلے سے آگاہ کرے گا، میں چاہتی ہوں یہ کام اب بس نمٹ جائے، جس انداز میں آپ کرنا چاہ رہے ہیں، بہت ٹائم لگے گا مجھے اور بھی بہت سے کام کرنے ہوتے ہیں۔''

''میں سمجھتا ہوں جان میں نے تم پر بہت بوجھ ڈال دیا ہے بس یہ آخری کام ہو جائے تو پھر ساری عمر بیٹھ کر عیش کرنے کے دن ہوں گے۔'' وہ لگاوٹ سے بولا۔ اس کی لگاوٹ ایک باپ جیسی نہیں تھی سوتیلے جیسے بھی نہیں تھی، کچھ الگ تھی۔ عفیفہ نے میٹھی نظروں سے دیکھا۔ وہ ساری دنیا کے سامنے اس کا سوتیلا باپ تھا لیکن بند کمرے میں اس کے جسم و جان کا مالک۔ مسکراتے ہوئے اس نے عفیفہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کچھ دیر وہ اسی کیفیت میں رہی پھر الگ ہوتے [illegible]

www.urdupalace.com

''مجھے ایک ضروری میٹنگ کے لیے جانا ہے سوئٹ ہارٹ شام کو ملاقات ہوگی۔''

''ایز یو وش، مجھے بھی کچھ اہم کام نمٹانے ہیں۔'' کمال اٹھتے ہوئے بولا۔

پچپن برس کی عمر میں بھی وہ پینتالیس سال کا دکھائی دیتا تھا۔ عفیفہ کے علاوہ بھی اس کی کئی گرل فرینڈز تھیں جن سے وہ بلا جھجک تعلق رکھتا تھا۔ لیکن عفیفہ کی پوزیشن سب سے مضبوط تھی۔ وہ اس کی دوسری بیوی کے ایکس ہسبینڈ کی بیٹی تھی۔ جوانی کے زمانے میں عفیفہ کی ماں اور کمال ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے مگر کمال کے باپ نے یہ شادی نہ ہونے دی لیکن باپ کی وفات کے بعد اسے یہ موقع مل گیا۔ جب عفیفہ کے باپ نے بھی اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور بیرون ملک چلا گیا۔ عفیفہ تب بارہ سال کی تھی۔ وہ بالکل اپنی ماں جیسی تھی جیسے جیسے بڑی ہو رہی تھی، اپنی ماں کی جوانی کی یادگار کے طور پر ہر وقت سامنے نظر آنے لگی۔ کمال اسے نہ چاہتے ہوئے بھی مڑ کر دیکھتا رہتا۔ اس نے عفیفہ کی ماں کو جوانی میں چاہا تھا اب وہ جوانی نہیں رہی تھی لیکن عفیفہ تھی جو...... جوان ہو رہی تھی۔ آہ یہ جوانی بھی کتنی دیوانی کر دینے والی چیز ہے۔ محبوبہ سامنے تھی لیکن جوان نہیں رہی تھی اور جو جوان تھی وہ محبوبہ نہیں، اس کی بیٹی تھی۔ لیکن یہ بیٹی کمال کی نہیں تھی اور یہی بات حوصلہ افزا بھی تھی۔ پانچ سال نہ جانے اس نے اس عورت کے ساتھ کیسے گزارے کہ اب پانچ منٹ گزارنے مشکل لگ رہے تھے۔ سترہ سال کی عفیفہ کی تیکھی ادائیں اور قاتل جوانی سے وہ کب کا گھائل ہو چکا تھا اب دل بس اسے حاصل کرنے کی جستجو میں تھا۔ لیکن ماں کے ہوتے اس کو حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے خاموشی سے منصوبہ بندی کرنے لگا۔ جب منصوبہ بندی خاموشی سے ہوتی ہے تو نتائج اکثر ہولناک ہوتے ہیں۔

عفیفہ کی ماں کو سوئمنگ کا شوق تھا، وہ بلا ناغہ سوئمنگ کلب جاتی تھی۔ ایک دن سوئمنگ پول میں اس کی لاش ملی۔ کسی نے اس کا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا اور یہ دورانِ سوئمنگ ہوا۔ وہاں چند اور بھی خواتین تیراکی کر رہی تھیں لیکن کوئی بھی قاتل کو نہ دیکھ سکا۔ وہ کب پول میں آیا، کب گیا کوئی نہ بتا سکا لیکن کمال کی جان اپنی بیوی سے چھوٹ گئی تھی۔ وہ اب آزاد تھا، ہرنی جیسی کم سن دوشیزہ عفیفہ ساری دنیا کے لیے اس کی سوتیلی بیٹی تھی لیکن گھر کے اندر وہ صرف اس کی دل بستگی کا سامان بن چکی تھی۔ سترہ برس کی عمر سے ستائیس کی ہونے تک وہ صرف کمال کے تصرف میں تھی۔

لیکن اب ایک دوسرا قدر داں آ پہنچا تھا۔ بالآخر پنچھی کے پنجرے سے نکلنے کے دن آ گئے۔ اگرچہ وہ اس گھر میں ایک قیدی کی زندگی نہیں گزار رہی تھی۔ کمال نے اسے دنیا کی ہر سہولت دی تھی۔ وہ آزادی سے کہیں بھی آ جا سکتی تھی لیکن اپنے سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ......

اس کے گارڈز ہی اس کے لیے سیکیورٹی کیمروں کی طرح تھے، عفیفہ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا سب کمال کو تفصیل سے معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے وہ اس کی طرف سے بے فکر تھا۔ عفیفہ کے ذریعے اس نے اپنے رکے کئی کام سیدھے کیے تھے۔ لوگ اسے کمال کی ساری دولت کی اکلوتی وارث سمجھ کر کچھ زیادہ ہی اہمیت دیتے تھے۔ کچھ پیار سے لٹے تھے اور کچھ مکاری سے لیکن لوٹا اس نے سبھی کو تھا۔ لوٹ کا مال اس قدر اکٹھا ہو چکا تھا کہ اب اپنے ملک میں چھپانے کی جگہ کم پڑنے لگی تھی اسی لیے اس نے سوئٹزرلینڈ شفٹ ہونے کا سوچا تھا۔ جہاں اس ملک نے دوسرے لٹیروں کو پناہ دی وہیں ایک لٹیرا اور سہی۔ مختلف حربوں سے ہتھیائی دولت کو واپس کرنے کا کمال کا کوئی پلان نہیں تھا اور اب ملک سے جاتے جاتے اس نے ایک آخری چونا اپنے پرانے دشمن شجاع احمد کو لگانے کا ارادہ کر لیا۔ ایک شجاع احمد ہی رہ گیا تھا جس نے اسے ہمیشہ نیچا دکھایا تھا اب اسے جھکانے کا وقت آ گیا تھا۔ سب کچھ اس کی مٹھی میں تھا، وقت، حالات اور سالار اور چونا لگانے والی عفیفہ ہو تو اس کا ڈسا پانی بھی نہیں مانگتا تھا۔ وہ کمال کی دریافت تھی اور اس ہیرے کو اس نے برسوں تراشا تھا۔ اب اسے کیش کرانے کا صحیح وقت آن پہنچا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے عفیفہ کو الوداع کیا اور اب خود تیار ہونے لگا۔ اسے آج کچھ خاص لوگوں سے بزنس کے سلسلے میں ملنا تھا جو اس کا پیسا سوئٹزرلینڈ میں انویسٹ کرنے میں مددگار ثابت ہوتے۔

عفیفہ نے ٹائم دیکھا اور تیزی سے وارڈ روب کی جانب بڑھی۔ میٹنگ کے پیشِ نظر اس نے ایک مناسب لباس نکالا اور اگلے پانچ منٹس میں وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی خود کو چار چاند لگا رہی تھی۔ چاند چہرہ وہ خود تھی اب میک اپ اس کے حسن کی تابانیوں کو چار گنا بڑھا رہا تھا۔ لپ اسٹک کا فائنل کوٹ کر کے اس نے اپنے بھرے، بھرے ہونٹوں کو آپس میں ملایا اور شیشے میں خود کو تنقیدی نظروں سے دیکھ کر سرعت سے وہاں سے ہٹ کر اونچی ایڑی کے سینڈل پہننے لگی۔ ایڑھی دیکھ کر وہ ہنس دی وہ جانتی تھی [illegible] ہائی پاور کے وائس

www.urdupalace.com

ریسیورز لگے تھے۔ ان ریسیورز کے ذریعے کمال کہیں سے بھی عفیفہ کی گفتگو سن سکتا تھا۔ اس طرح اسے بزنس سے متعلقہ معاملات میں صرف عفیفہ کی رپورٹ پر انحصار نہیں کرنا پڑتا تھا۔ اسی طرح کے اور بھی کئی انسٹرومنٹس اس کے لباس، جیولری حتیٰ کے ہینڈ بیگز کی خفیہ جگہوں پر لگے تھے۔ جیسے کہ خفیہ کیمرے اس کے ہینڈ بیگز میں ڈی ٹیکٹرز اس کے لباس میں اور بے ہوش کر دینے والا جادوئی سفوف اس کے لاکٹ اور انگوٹھی میں ہر وقت بھرا ہوتا تھا، وہ چلتی پھرتی ایک خطرناک ہتھیار تھی۔ انہی آلات کی مدد سے اس نے بہت سے لوگوں کو بلیک میل بھی کیا تھا۔ وہ اب ایک گھاگ شکاری بن چکی تھی۔ لانگ کوٹ پہن کے اس نے ایک گہری نظر کمرے پر ڈالی۔ ایسا وہ احتیاط کے پیشِ نظر کرتی تھی تاکہ اس کی بے پروائی میں کوئی اہم چیز کسی ملازم کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ دروازہ بند کرتے ہوئے باہر کھڑے گارڈز کو دیکھ کر وہ ایک مرتبہ پھر مسکرائی۔ یہ گارڈز اس کے لیے کوئی نئی چیز نہیں تھے۔ وہ برسوں سے ان کے ساتھ کی عادی تھی۔ ہنسی اسے ان کو الو بنانے کی وجہ سے آتی تھی۔ وہ روز ہی انہیں الو بناتی تھی۔ انہیں ہی کیا ان کے گارڈ فادر کمال کو بھی بناتی تھی۔ کمال کے خیال میں وہ ہر وقت اس کی نظروں میں رہتی تھی جہاں نہیں ہوتی تھی وہاں اس کے گارڈز کی نظروں میں رہتی تھی اور یہ حقیقت بھی تھی۔ گھر سے باہر وہ گارڈز کی نظروں سے اوجھل نہیں رہتی تھی اور گھر کے اندر کمال کی، حتیٰ کے اس کا بیڈروم بھی محفوظ نہیں تھا وہاں پر بھی خفیہ کیمرے سارے دن کی مووی بناتے کمال کو جب بھی فرصت ملتی وہ ان مویز کو بیٹھ کر ضرور دیکھتا تھا، یہ بات عفیفہ اچھی طرح جانتی تھی۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ وہ بھی چالاک ہوگئی تھی۔ اس نے ایسی تراکیب ڈھونڈ لی تھیں جن سے وہ کمال کو بے وقوف بنا سکتی تھی۔ آج رات وہ اپنے کزن فیصل سے ملنے والی تھی۔ وہ بھی اپنے ہی گھر اور اپنے ہی کمرے میں تمام کیمروں اور ریسیونگ ڈیوائسز کے باوجود یہ پہلی بار نہیں تھا۔ پچھلے دو سالوں سے وہ لوگ مل رہے تھے اور کمال کو شک بھی نہیں گزرا تھا۔ اسی بات نے عفیفہ کا اعتماد بڑھا دیا تھا۔ اور وہ اپنی اونچی ایڑھی کے سینڈل کھٹ کھٹ کرتی گارڈز کے سامنے سے گزر کر پورچ میں کھڑی اپنی گاڑی میں آبیٹھی۔ ڈرائیور نے اس کے بیٹھتے ہی گاڑی سٹارٹ کی اور اگلے ہی لمحے وہ گیٹ سے باہر تھے۔

☆☆☆

''ہاں نیامت کیا رپو [illegible] باندھے مؤدب کھڑے نیامت سے اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

''سر ریشم اپنی بیٹی کے ساتھ کالونی میں واقع ایک چھوٹے سے گھر میں رہ رہی تھی۔ میں نے اس کا پیچھا کیا اور پھر ایک بندے کو گھر کی نگرانی پر چھوڑ کر آگیا۔ میں آپ سے فوراً ملنا چاہتا تھا لیکن آپ میٹنگ میں تھے اس دوران میں نے سوچا اپنے بھی دو چار کام نمٹا آؤں اسی چکر میں......''

''مختصر بات کرو نیامت تمہارا چہرہ جو کہانی سنا رہا ہے، وہ بتاؤ۔'' سالار اس کے چہرے کے اڑے ہوئے رنگوں کو دیکھ کر دانت پیستے ہوئے بولا۔

''سر چار گھنٹے پہلے تک ہر چیز ٹھیک تھی۔ وہ عورت اسی مکان میں اپنی بیٹی کے ساتھ تھی پھر نہ جانے کیا ہوا ایک دم سے وہاں آگ بھڑک اٹھی۔ آگ اتنی تیزی سے پھیلی کہ اسے روکنا مشکل ہوگیا۔ ہمارے آدمی نے پہلے خود آگ بجھانے کی کوشش کی پھر قریبی گھروں سے مدد مانگی لیکن سوائے ایک گھر کے چوکیدار کے کوئی مدد کو نہ آیا۔ آگ اتنی زیادہ تھی کہ ان دونوں کے بس سے باہر ہوگئی۔ فائر بریگیڈ والے دو گھنٹے بعد پہنچے جب تک سب کچھ جل کر خاکستر ہو گیا......''

''اور یہ تم مجھے اب بتا رہے ہو؟'' سالار نے دوبارہ ٹوکا اور غصے سے بولا۔

''سر مجھے جیسے ہی علم ہوا میں وہاں پہنچا اور حالات کو سمجھنے کی کوشش......''

''شٹ اپ یو بلڈی ایڈیٹ۔ ایک عورت اور اس کی بیٹی کی نگرانی کا کام دیا تھا، وہی نہ ہوسکا۔''

''معافی چاہتا ہوں سر۔''

''ماں بیٹی کا کیا بنا؟'' وہ دھاڑ کر بولا۔

''سر ان کی جلی ہوئی نعشیں ملی ہیں۔'' نیامت ڈرے ڈرے لہجے میں ندامت سے سر جھکا کر بولا۔

''دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' نیامت تقریباً بھاگتا ہوا باہر نکل گیا جیسے اسے سالار کے فیصلے کے بدل جانے کا ڈر ہو۔ سالار نے موبائل اٹھایا اور آفس سے باہر نکل آیا۔ لفٹ کے ذریعے وہ گراؤنڈ فلور پر آیا تو باوردی ملازم پہلے سے گاڑی لیے کھڑا تھا۔ نیامت کے آنے سے پہلے ہی وہ ڈرائیور کو گاڑی لگانے کا کہہ چکا تھا۔ اس کا ارادہ اپنے چچا سے ملنے کا تھا۔ ان سے عفیفہ والا معاملہ ڈسکس کرنا چاہتا [illegible] کا موڈ بگڑ چکا تھا اس کا

www.urdupalace.com

رخ ایک کیفے کی جانب ہو گیا۔ وہ اکثر اس کیفے میں بیٹھتا تھا، کبھی اکیلا کبھی دوستوں کے ساتھ۔ اس کی زندگی میں بھونچال آ گیا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے تک زندگی پورے جوبن پر تھی۔ وہ اسے پورے دل سے جی رہا تھا لیکن جب سے اسے پتا چلا اس کے جان سے پیارے چچا ہی اس کے ماں باپ کے قاتل تھے تب سے زندگی میں جیسے بڑے بڑے نکیلے کانٹے اگ آئے تھے۔ وہ جب بھی ان کو دیکھتا، اسے ان میں صرف ایک قاتل کا چہرہ نظر آتا۔ زندگی نے بڑی بے دردی سے اسے حقیقت کی دنیا میں لا کھڑا کیا تھا۔ ایک کارنر ٹیبل دیکھ کر وہ بیٹھ گیا۔ گلاس وال سے باہر رواں ٹریفک زندگی کی علامت تھی لیکن اس کی زندگی جیسے رک گئی تھی۔ ہر انسان بے اعتبار لگنے لگا تھا۔ اس کا کسی پر اعتبار کرنے کو دل ہی نہیں مانتا تھا۔ چچا نے اگر اسے دھوکا دیا تھا تو انکل کمال پر بھی یقین کرنے کو اس کا دل نہیں مانتا تھا۔ اس نے پہلے بزنس میں دھوکا دہی کی پھر پیسا لوٹا دیا اب اس کا خیر خواہ بننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ایک کافی۔" ویٹر کے پوچھنے پر اس نے گلاس وال سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

"اور ایک میرے لیے ود کریم۔" ایک چنچل سی لڑکی اس کی ٹیبل پر بیٹھتے ہوئے تیزی سے بولی۔ وہ قدرے حیرانی سے اس خوامخواہ میں فری ہونے والی حسینہ کو دیکھ رہا تھا۔

"ایسے کیا بھئی؟" وہ لڑکی شوخی سے بھویں اچکا کر بولی۔ "نظر نہیں آ رہا کوئی اور ٹیبل خالی نہیں ہے؟" وہ اپنے شولڈر بیگ سے ایک خاکی لفافہ نکال کر کھولتے ہوئے اس میں سے نکلنے والی تصویروں کو منہ بنا بنا کر دیکھ رہی تھی۔ چاہتے ہوئے بھی وہ اس سے نظر نہ ہٹا پایا۔ لڑکی کا چہرہ کافی جانا پہچانا لگ رہا تھا لیکن اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس سے پہلے کہاں ملا تھا۔

"یہ دیکھو۔" وہ ایک تصویر اس کی طرف بڑھا کر بے تکلفی سے بولی۔ "اس شہر کے سب سے مہنگے اور مشہور فوٹو گرافر نے لی ہے مگر میری شکل دیکھی ہے جیسے کسی مگر مچھ کو دیکھ لیا تھا۔ فوٹو کھینچنے کا اینگل ہی اس کا غلط تھا اور یہ دیکھو۔" وہ ایک اور تصویر اس کے سامنے پھینکتے ہوئے بولی۔ "میری ناک کتنی پھولی آئی ہے اور آنکھوں کے نیچے حلقے ایسے محسوس ہو رہے ہیں جیسے میں انیس کی نہیں اکتالیس کی ہوں۔" وہ رونی آواز میں بولی۔ سالار نے اب اسے تفصیلاً دیکھا۔ لڑکی کا گیٹ اپ اور [illegible] قیمتی

تھے۔ وہ یقیناً کسی امیر فیملی کا حصہ تھی۔ وہ باقی کی پانچ چھ تصویریں بھی مختلف تبصروں کے ساتھ اسے دکھا رہی تھی۔ ویٹر دونوں کی کافی لایا تو لڑکی خاموش ہوئی ورنہ وہ اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دے رہی تھی۔

"یہ کسی اچھے فوٹو گرافر نے نہیں اتاری ہیں، عام سے کیمرے سے لی گئیں ہیں۔ تمہیں یقیناً کسی نے بے وقوف بنا کر لوٹا ہے۔" کافی کا گھونٹ بھر کر وہ دوبارہ سے باہر دیکھنے لگا۔

"تم یہ کس بنا پر کہہ سکتے ہو، تمہیں کیا پتا کسی اچھے نے لی ہیں یا۔"

"اس شہر کیا ملک کے بھی اچھے اور نامور فوٹو گرافرز کو میں اچھی طرح جانتا ہوں، یہ ان میں سے کسی کے بھی ہاتھوں سے لی گئی نہیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے کسی نے تمہیں بے وقوف بنایا ہے۔"

"بار، بار مجھے بے وقوف کہہ رہے ہو، ثابت کرو یہ اچھے فوٹو گرافر نے نہیں لیں۔" وہ غصے سے بولی۔

"میں ان فوٹو گرافرز کی بات کر رہا ہوں جن کی مارکیٹ میں ساکھ ہے ایک نام ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے میں نے کسی بے نام فوٹو گرافر سے اتروائی ہیں؟" وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔ سالار نے اس مرتبہ اسے گھور کر دیکھا...... وہ دونوں اپنی اپنی کافی بھلائے بحث میں مصروف تھے۔ تصویروں کو غصے سے دوبارہ لفافے میں ڈالتے ہوئے وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ایک اچھا فوٹو گرافر جب تصویر دیتا ہے تو اپنا نام ضرور لکھتا ہے لیکن ان میں سے کسی بھی تصویر پر کوئی نام نہیں لکھا ہوا۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگی پھر تیزی سے اپنا بکھرا سامان سمیٹنے لگی اور پھر اس پر ایک آخری نظر ڈال کر چلی گئی۔ سالار نے ایک مرتبہ پھر نہ چاہتے ہوئے بھی اسے باہر اپنی گاڑی میں بیٹھنے تک دیکھا۔ کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا رخ گاڑی کی جانب تھا آج گھر جانے کا موڈ نہیں تھا۔

عفیفہ جب سے اس کی زندگی میں آئی تھی، کافی تبدیلیاں لائی تھی۔ وہ اس پر دل سے اعتبار کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے لیے اعتماد ضروری تھا اعتماد تبھی ہوتا جب اسے اچھی طرح پرکھ لیتا ہے۔ وہ خوب صورت تھی، ذہین تھی، بزنس کی کافی باریکیوں اور اونچ نیچ کو جانتی تھی ایسا لائف پارٹنر خوش قسمت لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس شادی [illegible] خوش نہیں تھا [illegible] یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ

www.urdupalace.com

سب چچا کو نیچا دکھانے کے لیے کر رہا ہے۔ اس میں اس کی اپنی خوشی کا کوئی دخل نہیں تھا۔ شجاع احمد اس کا آئیڈیل تھا۔

☆☆☆

بچپن سے جوانی تک اس نے صرف اسے ہی آئیڈ لائز کیا تھا اور اب یہ آئیڈیلزم کا بت پاش پاش ہو چکا تھا۔ انکل کمال نے جو ثبوت پیش کیے تھے، وہ سو فیصد صحیح تھے۔ وہ ایک چھوٹی سی ویڈیو تھی جس میں اس کا چچا ایک کنٹریکٹر کو اس کے ماں باپ کے قتل کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کر رہا تھا۔

''یہ لو نعیم تمہارے منہ مانگے معاوضے کی ایڈوانس رقم، میں آج رات کو ہی لندن روانہ ہو جاؤں گا۔ صبح ناشتے میں مجھے وقار اور اس کی بیوی کی حادثاتی موت کی خبر ملنی چاہیے ورنہ تم جانتے ہی ہو میرے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔ اپنی سانسیں گننا شروع کر دو اگر مجھے دھوکا دینے کے بارے میں سوچا بھی تو......'' نوٹوں کا بریف کیس کھولتے ہوئے نعیم نامی اس کلر سے بولتا ہوا وہ اس کا چچا تو ہرگز نہیں لگ رہا تھا وہ تو کوئی انتہائی ظالم شخص تھا جس کے نزدیک رشتے ناتوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ سالار نے یہ ویڈیو کئی بار دیکھی تھی جیسے اس حقیقت کو جھٹلا دینا چاہتا ہو.... حقیقت جھٹلانے سے بدلتی نہیں اس کے ماں باپ اسی حادثاتی موت کا شکار ہوئے تھے جس کو اس کے چچا نے پلان کیا تھا۔ یقیناً یہ ویڈیو کلر نے شجاع احمد کو مستقبل میں بلیک میل کرنے کے لیے بنائی ہو لیکن یہ کسی نہ کسی طرح کمال تک پہنچ گئی تھی۔ اب وہ عفیفہ سے شادی کر کے اسے اپنے بزنس میں پارٹنر بنا کر اس کی اور اپنی دولت سے اپنا مستقبل مزید سنوار سکتا تھا۔ اس طرح شجاع احمد کو ہار بھی ہو جاتی لیکن اتنی آسان ہار وہ شجاع احمد کو دینا نہیں چاہتا تھا۔ کمال پر اسے رتی بھر یقین نہیں تھا۔ تو کیا وہ عفیفہ پر اعتبار کر سکتا تھا۔ اگر وہ اور عفیفہ مل جاتے تو ان دونوں بڈھوں سے انہیں نجات مل جاتی۔ لیکن شجاع احمد کے لیے وہ کچھ الگ سے پلان کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا اس کا چچا بزنس سے ہٹ کر باہر سے غیر قانونی اسلحہ امپورٹ کرتا تھا۔ شجاع نے اسے ان کاموں سے الگ رکھا تھا اور اپنے تئیں ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی لیکن سالار بھی اسی کا بھتیجا تھا۔ ایسے ظاہر کرتا جیسے کچھ نہیں جانتا تھا لیکن اس نے اپنے جاسوس پکے اس معاملے میں انوالو کیے ہوئے تھے۔ بظاہر وہ شجاع احمد کے ورکرز تھے لیکن وفادار وہ سالار کے تھے۔ اگر وہ اس بارے میں پولیس کو انفارم کر دیتا تو بھی یہ وہ انتقام نہ ہوتا جیسا وہ پلان کر رہا تھا۔ وہ شجاع احمد سے ایسا بدلہ لینا چاہتا تھا ایسا بدلہ جو اس کی روح کو سکون بخش سکتا اس کے لیے اسے ایک قابلِ اعتماد پارٹنر کی ضرورت تھی۔ اس نے بالآخر فیصلہ کر لیا کہ وہ عفیفہ کو پہلے اعتماد میں لے گا پھر اسے سب کچھ بتا دے گا اسے یقین تھا وہ اس کا ہی ساتھ دے گی۔

☆☆☆

تین بجنے میں دس منٹ باقی تھے جب عفیفہ نے ایک جھٹکے سے لحاف ہٹایا اور پھرتی سے بیڈ سے اتر کر اپنی الماری کی جانب بڑھی۔ الماری کھولتے ہی اس نے خفیہ خانے سے ایک گھڑی نما آلہ نکالا۔ اس نے اس کے اوپر لگے بٹنوں کو خاص انداز میں دبایا تو آلے کے چاروں طرف سے نیلے رنگ کی شعاعیں نکلنا شروع ہو گئیں۔ یہ شعاعیں اتنی طاقتور تھیں کہ آدھے کلومیٹر تک کی رینج میں موجود ہر ڈیوائس کو وقتی طور پر جیم کر دیتی تھیں۔ اس طرح اس کے کمرے اور پورے گھر میں لگے کیمرے اپنا کام چھوڑ دیتے۔ فیصل مخصوص راستے سے گھر میں داخل ہو کر اس کے کمرے میں آجاتا تھا۔ اس کے کمرے میں آتے ہی وہ شعاعوں کی رینج کو کم کر دیتی۔ اس طرح صرف کمرے کی ڈیوائسز جیم رہتی اور باقی گھر کے کیمرے اپنی سابقہ حالت میں کام کرنے لگتے۔ رات کے اس وقت میں چار پانچ منٹ کے لیے کیمروں کے جیم ہونے کا کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا اور کسی کو کبھی شک بھی نہیں ہوا تھا۔ لیٹ نائٹ جاگنے والے بھی اس وقت سو جاتے ہیں چوکیدار بھی بالآخر اونگھنے لگتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں نے ملنے کا یہی وقت منتخب کیا ہوا تھا۔ تاکہ وہ سکون سے ایک دوسرے سے بات کر سکیں۔ گھر سے باہر وہ چوری چھپے ملنے کا رسک لے سکتی تھی لیکن یہ زیادہ دیر چلنے والا نہیں تھا اس لیے انہوں نے بہتر یہی جانا کہ ملنے کی مناسب جگہ گھر تھا۔ فیصل نے بلیک مارکیٹ سے اس کے لیے یہ گھڑی نما ڈیوائس حاصل کی تھی۔ اس طرح دونوں ابھی تک کم سے کم خطرے میں رہتے ہوئے ایک دوسرے سے بہ آسانی ملنے لگے تھے۔

آہستگی سے دروازہ بند کرتے ہوئے فیصل نے لاک بھی کر دیا اور پھر پلٹ کر عفیفہ کی طرف بڑھا۔ وہ اپنی دونوں بانہیں وا کیے محبت پاش نظروں سے اپنے محبوب کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کی بانہوں میں سما گیا۔

''ہفتہ یوں گزرتا ہے جیسے سال۔'' وہ اسے پیار کرتے ہوئے وارفتگی سے بولا۔

''[illegible] گئے سوئٹ ہارٹ۔''

www.urdupalace.com

وہ اس کے سینے سے سر لگائے ہوئے گہری سانس لے کر بولی۔ ''اس گدھے کو اپنے تلوے چاٹنے پر مجبور کردوں گی۔ چور کے سو سال ختم ہونے والے ہیں پھر ہمارا وقت ہوگا اور ساری ایمپائر بھی ہماری۔'' فیصل باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے اس قیمتی وقت سے فائدہ اٹھانے لگا۔ کافی دیر تک پیار کا خمار سر چڑھ کر بولتا رہا پھر وہ دونوں تھک کر ایک دوسرے کی بانہوں کی قید میں آ گئے۔

''کاش وقت یہیں تھم جائے اب تم سے ایک پل بھی دور ہونے کو دل نہیں مانتا، بڑی مشکل سے خود کو کنٹرول کرتا ہوں لیکن کچھ عرصہ مزید ایسے ہی رہا تو دل پسلیوں کے حصار سے نکل آئے گا۔'' فیصل نے اس کے کانوں میں پیار سے سرگوشی کی، وہ مزید سمٹ گئی۔ وہ اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ کمال نے اگرچہ اس کے جسم کو کئی بار گدھوں کی طرح نوچا کھسوٹا تھا لیکن اس کے دل پر حکمرانی صرف فیصل کی تھی۔ وہ اس کا ماموں زاد تھا۔ جب عفیفہ کی ماں زندہ تھی، وہ اپنے والدین کے ہمراہ ان سے ملنے آتے تھے۔ عفیفہ کو وہ شروع سے ہی پسند تھا۔ ماں کی موت کے بعد کمال نے ان سے ملنا جلنا بند کر دیا۔ ماموں خود ہی عفیفہ سے آ کر مل لیتے پھر ایک دن کمال نے اسے بھی گھر آنے اور عفیفہ سے کوئی بھی تعلق رکھنے سے روک دیا۔ عفیفہ کا ماموں چاہتا تو عفیفہ کو اپنے پاس رکھ سکتا تھا کیونکہ وہ کمال کی سگی اولاد نہیں تھی لیکن اس کے مالی حالات اسے ایسا کرنے کی اجازت نہ دے سکے۔ عفیفہ جن سہولیات زندگی کی عادی ہو چکی تھی، وہ اسے کبھی بھی نہیں دے سکتا تھا اس لیے صرف عفیفہ کے روشن مستقبل کی خاطر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد کئی سال عفیفہ کا ماموں سے اور فیصل سے ملنا نہ ہو سکا۔ دو سال پہلے اس کے ماموں کی اچانک ڈیتھ پر کمال نے اسے چند گھنٹوں کے لیے جانے کی اجازت دے دی۔ اس کی فیصل سے دوبارہ ملاقات ہوئی، وہ جوان ہو چکا تھا۔ بچپن کی محبت نے دوبارہ سے انگڑائیاں لینا شروع کر دیں اور وہ چاہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے دور نہ ہو سکے۔ پہلے وہ چوری چھپے موبائل پر باتیں کرتے تھے پھر فیصل نے اسے یہ انوکھی ڈیوائس دی تو ان کی زندگی سے خوف و خطرہ جیسے ٹل گیا۔ وہ اب... بہ آسانی ایک دوسرے سے ملنے لگے تھے۔ عفیفہ کے حالات کا فیصل کو علم تھا۔ عفیفہ نے اسے اپنی زندگی کے سارے راز بتا دیے سوائے اپنے اور کمال کے ناجائز تعلق کے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اسے صرف اس بنا پر چھوڑ دے، اسے ہر حال میں کمال کی قید سے نکا[illegible]

تھوڑا جھوٹ سے کام لینا پڑا۔ وہ عفیفہ کو اس کے چنگل سے چھڑوانے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔ عفیفہ اور اس نے مل کر کمال کو کنگال کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس کے بعد وہ یہ ملک چھوڑ دیتے اور کسی بھی دوسرے ملک جا کر ایک نئی زندگی شروع کرتے۔ اس منصوبے کی کامیابی کا سارا دارومدار وقت کے صحیح استعمال پر تھا۔ اور ان دونوں کو اس... خاص وقت کا شدت سے انتظار تھا۔ ایک مرتبہ وہ اس چانس کو مس کر دیتے تو پھر زندگی بھر یہ موقع شاید نہ ملتا۔ ان دونوں کو پتا بھی نہیں چلا اور ملاقات کا وقت ختم ہو گیا۔ فیصل گرفتہ دل کے ساتھ اپنے جاگرز پہننے کے بعد جیکٹ پہننے لگا۔ جیکٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی سی شیشے کی بوتل نکالی۔ اس میں پانی جیسا کوئی محلول تھا۔

''صرف ایک قطرہ روزانہ۔'' وہ بوتل اسے تھما کر بولا۔ عفیفہ کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ ''یہ کہاں سے لیا تم نے؟''

''فضول سوال۔'' وہ سر جھٹک کر مسکراتے ہوئے بولا۔ ''تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں جانم۔'' وہ پیشانی کا بوسہ لے کر دروازے کی طرف بڑھا۔ عفیفہ نے جلدی سے گھڑی نما جیمر کی رینج بڑھا دی۔ اور پھر ٹھیک پانچ منٹ بعد جیمر کو آف کر کے دوبارہ سے اسے الماری میں رکھ دیا۔ صبح کے چھ بجنے والے تھے۔ چونکہ موسم سرما تھا اس لیے باہر ابھی روشنی نہیں ہوئی تھی لیکن آدھے گھنٹے تک سورج نکلنے کے بعد عفیفہ کو اپنا بستر چھوڑنا تھا۔ سات بجے وہ کمال کے ساتھ ایکسرسائز کرتی تھی اور پھر آٹھ بجے ناشتے کے بعد دونوں کو آفس جانا ہوتا تھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے پُرسکون انداز میں لیٹ گئی۔ کمال کے سامنے وہ خود کو فریش شو کرنا چاہتی تھی۔ اس نے پچھلے ہفتے فیصل کو ایسی خاص دوا لانے کو کہا تھا۔ جسے وہ کمال کے کھانے میں شامل کر کے اسے اعصابی طور پر کمزور کرنا چاہتی تھی۔ ایسا وہ اس لیے چاہتی تھی تاکہ کمال کی قوتِ فیصلہ کمزور ہو جائے، یہ وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کرنا چاہتی تھی۔ کمال چونکہ ذہنی و جسمانی طور پر کافی مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ وہ اپنے سارے اہم فیصلے خود کرتا تھا لیکن عفیفہ چاہتی تھی کہ وہ اسے بھی اپنے فیصلوں میں شامل کرنا شروع کر دے۔

☆☆☆

حنا ناشتے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی جب یوسف صاحب نے اسے اپنے کمرے میں [illegible] رہے تھے۔ اسے دیکھ کر اخبار

www.urdupalace.com

سینٹرل ٹیبل پر رکھ دیا۔
''بیٹھو بیٹا۔'' وہ بیٹھ گئی تو وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے وہ انہیں کل کی رپورٹ دینے لگی۔
''میری ملاقات ہوئی تھی اس سے، اسے مجھ پر شک نہیں ہوا۔ وہ یہ سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ میں وہی لڑکی ہوں جو مر چکی ہوں اور جس دن مروں اس سے اگلے ہی دن زندہ بھی ہو جاؤں اور ہنستے مسکراتے اس سے گپ شپ بھی کرنے لگوں۔'' وہ قدرے سپاٹ لہجے میں بولی۔ یوسف صاحب نے بیٹھے بیٹھے سائڈ چینج کی۔ وہ اس کی اداسی کو محسوس کر سکتے تھے۔
''یہ کرنا بہت ضروری تھا ورنہ وہ تم پر شک کرتا۔ تم اس سے ایک انجان لڑکی کے طور پر ملی ہو جو بہت زیادہ لاابالی قسم کی ہے شوخ ہے خوب صورت بھی ہے۔ اسے بچپن سے ایسی ہی لڑکیاں پسند رہی ہیں۔''
''لیکن آپ جانتے ہیں میں ایسی نہیں ہوں، شوخ ہونا تو ایک الگ بات ہے آج تک میری زندگی میں کوئی شوخ و چنچل لمحہ بھی نہیں گزرا، میرے پاس سے تو ہوا بھی گرم ہی گزرتی ہے۔'' وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے افسردگی اور دکھ سے بولی۔ یوسف صاحب نے محسوس کیا اس کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔
''میں جانتا ہوں تم بہت بہادر لڑکی ہو، ورنہ آج کل کے دور میں یوں اس طرح اکیلے رہنا بہت مشکل ہے۔ تمہاری ماں کی ہمت کو بھی میں داد دیتا ہوں لیکن مشکلوں اور سختیوں کا دور اب ختم ہو گیا ہے، تمہیں تمہارا حق مل رہا ہے، اس حق کا تم نے برسوں انتظار کیا ہے......''
''میں نے کسی حق کا کبھی انتظار نہیں کیا، میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ میرا باپ مر چکا ہے۔ ماں لوگوں کے گھر کام کر کے میرا پیٹ پالتی رہی اور مجھے پڑھاتی رہی، اس کے سوا میرا دنیا میں کوئی نہیں تھا اور اب ایک باپ ملا بھی ہے تو اسے اپنا مطلب ہے وہ شاید ساری عمر مجھ سے نہ ملتا اگر اسے اپنا مطلب نہ ہوتا۔ لیکن آپ لوگ بے فکر رہیں، میں نے سالار کو ذرہ برابر شک نہیں ہونے دیا، اپنی نیچر سے ہٹ کر ایک ایسی لڑکی کا کردار ادا کیا جو اس کی آئیڈیل تھی۔ ایسا میں صرف اس لیے نہیں کر رہی کہ مجھے دولت کی آرزو ہے، یہ میں صرف اپنا کیریئر بنانے کے لیے کر رہی ہوں تا کہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکوں اور جہاں تک حق کی بات ہے تو اسے مجھ سے اب کوئی چھین نہیں سکتا چاہے وہ کتنا بھی مضبوط ہو۔'' وہ سخت لہجے میں بولی [illegible]

چمک اٹھیں۔ وہ اسے بالکل اپنے باپ کے جیسے لگ رہی تھی اسی کی طرح بلند ارادے اور لہجے کی مضبوطی۔ وہ یقیناً ان کی امیدوں پر پورا اترنے والی تھی۔ سالار کا عفیفہ اور کمال کی طرف جھکاؤ بہت بڑھ چکا تھا۔ شجاع احمد اپنی برسوں سے کھڑی کی گئی ایمپائر یوں آسانی سے کسی کے ہاتھوں میں جانے نہیں دے سکتا تھا خاص کر کمال جیسے دشمن کو تو بالکل بھی نہیں چنانچہ اسے جیسے ہی اپنی بیٹی کے بارے میں علم ہوا اس نے تصویر کو فوراً پھاڑ دیا ایسا بھی اس نے سالار کی وجہ سے کیا اگر سالار وہ تصویر دیکھ لیتا تو وہ اسے غائب کروا دیتا، دولت ایسی ہی چیز ہے جس کی وجہ سے بیٹا باپ کا اور بھائی کا قتل بھی کر دیتا ہے۔ شجاع احمد کو بھی حالات ایسے دوراہے پر لے آئے تھے جہاں بیٹی اسے کسی گمشدہ خزانے کی طرح لگی تھی۔ وہی بیٹی جس کو برسوں پہلے وہ دھتکار چکا تھا اپنی انا، خاندانی وقار کے خم میں آج وہی بیٹی اسے وہ سہارا لگی جو ڈوبنے والے کو درکار ہوتا ہے۔ اولاد کے معاملے میں وہ ساری عمر ترستا ہی رہا تھا۔ ایک ہی معذور بیٹا تھا جو اپنے کمرے میں ملازموں کے سہارے زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔ اس نے برسوں پہلے ریشم کو اپنے وجود اور اپنے خاندان سے دور پھینک دیا تھا۔ ریشم اس کے سامنے گڑگڑائی بھی تھی لیکن اس وقت وہ ایک جابر حکمران تھا، ریشم بیچاری تھی کمزور تھی صرف بددعا ہی دے سکتی تھی اور وہی دے کر چلی گئی۔ اس کے بعد وقت نے ثابت کر دیا کہ وہ کبھی ایک نارمل بچے کا باپ نہیں بن سکے گا۔ اس نے اس پر ہار نہیں مانی اپنے بھتیجوں کو یتیم کر کے ان کا سرپرست بن گیا۔ اس طرح گھر کی دولت گھر میں رہنے والی تھی۔ مگر اب ایسا ممکن نہیں لگ رہا تھا۔ کمال جیسا کھلاڑی میدان میں تھا جس کی ساری زندگی دھوکے اور فراڈ سے بھری ہوئی تھی۔ کمال سے زیادہ خطرناک اس کی سوتیلی بیٹی لگ رہی تھی۔ جس نے آج کل سالار کا ہر لمحہ اپنے نام کر لیا تھا۔ وہ شاید عفیفہ کو بدنام گلی سے آنے والی حسینہ ہی سمجھتا رہتا اگر اسے ایک گمنام کال نہ آتی جس میں اسے کسی نے بتایا کہ عفیفہ کمال کی بیٹی ہے۔ یہ شجاع کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا تھا۔ سالار عنقریب اس کے ہاتھوں سے نکلنے والا تھا، یہ بات اس کی برداشت سے باہر تھی۔ ایسی صورت حال میں جبکہ وہ مایوس ہو چکا تھا، ریشم اندھیرے میں کسی کرن کی طرح نمودار ہوئی۔ اس سے ملتے ہی شجاع کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ اس کی دولت کی مالک اس کی اپنی بیٹی زندہ تھی۔ [illegible] گئی۔ بیٹی نے بڑھاپے

www.urdupalace.com

میں بھی بیٹوں جیسا حوصلہ دیا تھا۔ وہ جیسے پھر سے جوان ہو گیا۔ اس کے دماغ نے تیزی سے منصوبہ بندی شروع ... کردی۔

☆☆☆

حنا کمرے میں آئی تو ماں کو آئینے کے سامنے کھڑا پایا۔ وہ بہت خوش ہو کر اپنے نئے کپڑے دیکھ رہی تھی۔

''حنا میں نے کہا تھا نا کہ ہمارے دن بدلیں گے، مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آرہا، میں اس بڑے گھر میں کسی مالکن کی طرح ہوں اور نوکر میرے آگے پیچھے پھر رہے ہیں۔'' حنا خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''اماں مجھے تو یہ کوئی چکر لگتا ہے، کتنے سالوں سے ابا کو میری یاد نہیں آئی اور اب وہ مجھے سر آنکھوں پر بٹھا رہا ہے، یہ امیر لوگ اپنے مطلب کے لیے ہی اتنا جھکتے ہیں، یہ نہ ہو ہم نہ گھر کے رہیں نہ گھاٹ کے۔'' حنا جیسی سمجھ دار اور ذہین لڑکی اس سارے ماحول سے ابھی تک مطمئن نہیں ہوئی تھی۔ دو دن کے اندر ان کی اچانک قسمت بدل گئی تھی۔ اس کی ماں جو لوگوں کے گھروں میں کام کرتی تھی، آج ایک مالکن کے روپ میں کھڑی تھی۔ یہ روپ اگرچہ اس پر کچھ زیادہ سج نہیں رہا تھا لیکن یہی حقیقت تھی۔

''ماں تو نے مجھے بتایا نہیں ابا جیسے گورے چٹے خوب صورت مرد نے تجھ سے شادی کیسے کر لی۔'' ریشم نے اس کے سوال پر خود کو آئینے میں پھر سے دیکھا اور جیسے کھو سی گئی۔

''تب میں سترہ سال کی تھی شجاع صاحب نئے نئے باہر سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آئے تھے۔ میں تو ڈرتے ہوئے ان کو دیکھتی بھی نہیں تھی گھر کے کام ابا اور اماں کرتے تھے، وہ دونوں مجھے کوئی کام نہیں کرنے دیتے تھے میں بس پڑھنے جاتی تھی اور آکر اماں کے کام میں تھوڑی بہت مدد کر دیتی تھی۔ ایک دن میں اماں کے ساتھ لان میں پھولوں کے گلدستے بنا رہی تھی۔ یہ گلدستے رات کے فنکشن کی تیاری کا حصہ تھے جو کہ شجاع صاحب کے آنے کی خوشی میں بڑی بیگم اور بڑے صاحب کر رہے تھے۔ میں نے آسمانی رنگ کا... جوڑا پہنا ہوا تھا۔ رنگ میرا سانولا تھا لیکن سبھی کہتے تھے مجھ میں بہت کشش ہے میں اپنے ہی دھیان میں بڑی چاہت کے ساتھ پھول اکٹھے کر رہی تھی جب اچانک شجاع صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں پہلے تو ڈر گئی پھر چونک کر اماں کو دیکھا وہ شاید کسی کام سے اندر گئی تھیں۔ ارد گرد کوئی نہ تھا اسی لیے اس نے میرا ہاتھ یوں پکڑا اور پھر مجھ سے پیار بھری باتیں کرنے لگا۔ میری تعریف [illegible] مجھے [illegible]

دیا بس پھر مجھے پتا ہی نہ چلا ہم دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب ہو گئے، بہت زیادہ قریب......

''پھر اماں ابا اور گھر کے ایک اور رازدار ملازم کی موجودگی میں نکاح ہو گیا پھر ہمارا ہنی مون ہوا وہ اماں ابا سے پوچھ کر مجھے مری لے گیا۔ ہم وہاں دو ہفتے رہے، وہ دن میری زندگی کے یادگار دن تھے میں جیسے دنیا کی سب سے خوش قسمت لڑکی تھی۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتا تھا۔ ایک لمحہ بھی مجھے خود سے الگ نہیں کرتا تھا۔ مری سے واپس آکر بھی وہ مجھے اکثر کہیں نہ کہیں گھمانے پھرانے لے جاتا تھا۔ مجھے اچھے اچھے کپڑے اور زیورات بھی دلاتا، مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ہوتی تھی۔ میری سب سے بڑی خواہش وہ خود تھا اور مجھے کچھ اور کی تمنا بھی نہیں تھی......''

''یہ شادی یقیناً ابا نے اپنے ماں باپ سے چوری چھپے ہی کی ہوگی۔''

''ظاہری بات ہے، وہ اس شادی کی کبھی اجازت نہ دیتے لیکن میرے باپ کی خواہش یہی تھی کہ اب جلد از جلد شجاع صاحب کو اپنے والدین کو یہ بات بتا دینی چاہیے مگر وہ ٹال دیتا تھا۔ اس ٹال مٹول میں تین مہینے گزر گئے اور پھر اس گھر میں شجاع صاحب کی شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ان تیاریوں میں اماں اور ابا بھی شامل تھے وہ بہت پریشان رہنے لگے تھے اماں تو اکثر روتی رہتی پھر شادی کے دن قریب آگئے جب اچانک یہ انکشاف ہوا کہ میں امید سے ہوں۔ اماں نے یہ بات شجاع صاحب کو بتائی وہ ہتھے سے اکھڑ گیا۔ اماں کو گھر سے نکالنے کی دھمکی بھی دی۔ میں نے بھی شجاع صاحب کی منت سماجت کی لیکن تب شاید نئی خوب صورت بیوی آنے کے چکر میں، میں انہیں بہت پرانی اور بری بھی لگنے لگی۔ وہ کہتے تھے کہ مجھ سے ان کا تعلق صرف دل لگی کی حد تک تھا۔ شادی سے دو دن پہلے ہماری بہت بحث ہوئی۔ میں نے رو رو کر التجا کی کہ وہ یہ شادی نہ کرے اور اگر کرنا بھی چاہتا ہے تو مجھے بھی اپنائے لیکن اس دن وہ ڈر گیا وہ یقیناً اپنے نئے مستقبل میں پڑنے والے میرے جیسے غلیظ دھبے سے ڈر گیا۔ اس دن اس نے ہمیں گھر سے ہی نکال دیا۔ میں ٹوٹ گئی، بہت بددعائیں بھی دیں لیکن ہمیں رہنے کے لیے ایک اور گھر ڈھونڈنا پڑا۔ میں اب بڑے... گھروں میں رہنے سے ڈرنے لگی۔ اس لیے اماں ابا نے کرائے پر ایک گھر لیا۔ تیری پیدائش کے کچھ عرصے بعد باری باری اماں ابا اس دنیا سے چلے گئے۔ انہیں میرا غم کھا گیا اور غموں [illegible] بھی نہ کھا سکا۔ مجھے زندہ

www.urdupalace.com

رہنا تھا تیرے لیے اور پھر میں نے اپنی زندگی کا مرکز تجھے بنا لیا، تو بہت خوب صورت تھی اور لوگ تجھے میری بیٹی نہیں سمجھتے تھے۔" وہ بات کرتے کرتے ہنسنے لگی۔ اس کی آنکھوں کی نمی حنا سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"اماں تو نے ابا کی محبت میں دوسری شادی نہیں کی نہ......"

"ہاں وہ دور ہو کے بھی تیری شکل میں ہر وقت میرے پاس ہی رہا ہے، میں نے ناحق اسے بددعائیں دیں، وہ آج بالکل اکیلا رہ گیا ہے۔"

"بددعاؤں والی بات اپنی جگہ اماں لیکن انسان جو بوتا ہے وہی اسے کاٹنا پڑتا ہے۔ اس نے ایک مظلوم عورت پر ظلم ڈھایا خود کیسے سکون میں رہ سکتا ہے، یہ مکافاتِ عمل ہے کم از کم اس بات کے لیے خود کو مجرم نہ ٹھہراؤ۔" وہ بولی اسی وقت ملازم اسے بلانے آ گیا۔ اس کی ٹریننگ کی پہلی کلاس تھی۔ یوسف صاحب نے ہائی سوسائٹی کے مطابق اس کی گرومنگ کلاسز کا اہتمام بھی گھر میں ہی کر لیا تھا۔ اس نے ملازم کو چینج کر کے آنے کا کہا اور خود واش روم میں گھس گئی۔

ریشم ابھی تک بیڈ کے کونے پر ٹکی ماضی کے سفر میں گم تھی۔ اٹھارہ سال بعد وہ ایک مرتبہ پھر سے شجاع احمد کی زندگی میں لوٹ آئی تھی۔ درمیان کا وقت جیسے آیا ہی نہ ہو۔ آج شجاع کو آنا تھا اور وہ خود کو اچھا سا تیار کرنا چاہتی تھی۔ سالوں پہلے کی محبت جیسے پھر سے کروٹیں لینے لگی۔

☆☆☆

عفیفہ، سالار کے ساتھ اس کی ایک پروڈکٹ کی شوٹنگ دیکھنے آئی تھی۔ شوٹنگ کے لیے ملک کی نامور ماڈل کو لیا گیا تھا۔ وہ آج کچھ زیادہ ہی نخرے دکھا رہی تھی۔ انہوں نے اس سے پہلے بھی اسے ہی ہائر کیا تھا۔ اس دفعہ وہ معاوضہ بھی دُگنا مانگ رہی تھی حالانکہ یہ ڈیل نہیں ہوئی تھی پھر بھی سالار اسے اس کی ڈیمانڈ کے مطابق دے رہا تھا۔

"وہ دوسری ماڈل کا کیا ہوا، ارینج ہو گئی؟" سالار کو پچھلے کئی ہفتوں سے ایک نئے چہرے کی تلاش تھی۔ وہ ایک ایسی ماڈل سے کام لینا چاہتا تھا جو لوگوں کے لیے نئی ہو، معصوم ہو، خوب صورت اور چنچل بھی ہو لیکن شوبز میں اسے ایسا پُرکشش کوئی چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا اس نے عفیفہ کو بھی یہ سب بتایا تھا کہ وہ اس مرتبہ ایک نئی لڑکی کو متعارف کروائے گا۔ اس کی پروڈکٹس کے لیے کام کرنے والی ماڈلز راتوں رات شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی تھیں۔ عفیفہ کے سوال پر سالار کو بے ساختہ وہ شوخ لڑکی [illegible] آئی [illegible] کچھ [illegible] پہلے [illegible] کی

ٹیبل پر آ کر بیٹھی تھی لیکن وہ نہ اس کا نام جانتا تھا نہ پتا اپنی بے وقوفی پر ہنس دیا۔ عفیفہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"مسکرانے کی وجہ کہیں وہ نیا چہرہ تو نہیں ہے؟" عفیفہ کے پوچھنے پر سالار نے اسے ساری بات بتائی۔

"پھر تمہیں روز اس کیفے میں بیٹھنا چاہیے شاید وہ دوبارہ بھی آ جائے۔"

"صحیح کہا تم نے، اس چہرے کے لیے یہ کچھ زیادہ نہیں ہوگا۔"

"تو پھر فوکس بھی چہرہ ہی ہونا چاہیے، دل نہیں۔" عفیفہ تیکھی ادا سے بولی تو سالار بے ساختہ مسکرایا۔ پچھلے کافی دنوں سے وہ کھل کر ہنسا بھی نہیں تھا۔ اندر باہر ایک گھٹن سی تھی۔

"کوئی مسئلہ ہے کیا، تم ٹھیک نہیں لگ رہے؟" عفیفہ کی چالاک نگاہوں سے اس کی اداسی چھپی نہ رہ سکی۔

"تم جانتی ہو عفیفہ۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ٹھہرے لہجے میں بولا، عفیفہ کے لبوں پر ایک پھیکی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت دکھ ہوا ہے نا؟" وہ آہستگی سے بولی۔

"کیا یہ نیچرل نہیں ہے۔" وہ بولا تو عفیفہ نے گہری سانس لی۔ ماں باپ کے قتل والی بات پھانس بن کے اٹکی ہوئی تھی اس کے۔

"تم بدلہ لینا چاہتے ہو؟"

"وہ میرے ماں باپ تھے عفیفہ۔" وہ ضبط سے بولا۔ "یہ زندگی کچھ نہیں، اگر میں ایک ظالم کو اس کا ظلم یاد نہ کرا سکوں۔"

"میں تمہیں اچھی طرح سمجھ سکتی ہوں میرا خیال ہے کہیں بیٹھ کر بات کرنی چاہیے۔"

"شام کو چائے اکٹھے پیتے ہیں۔" وہ ریسٹ واچ دیکھتے ہوئے بولا۔ عفیفہ اسے بائے کہہ کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھی اسی وقت اسے کمال کی کال آئی۔

"تم نے شام کا وقت کیوں رکھا وہ ابھی بھی بات کر سکتا تھا۔"

"ابھی اسے ٹرانس میں لینا مشکل ہوتا کمال ڈارلنگ، اس کا سارا دھیان اپنی شوٹنگ میں رہتا جبکہ میں اسے شادی کے لیے کنوینس کرنا چاہتی ہوں شادی اب جلد از جلد ہو جانی چاہیے۔" وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

"شادی سے زیادہ ... اس کا اعتماد جیتنا ضروری

www.urdupalace.com

لگی۔
''ہدایت پر عمل کر رہا ہوں فقط۔''
''شادی کب کر رہے ہو مجھ سے؟'' وہ اچانک بولی۔
''ابھی نہیں...... مجھے کچھ وقت چاہیے، میں اس خوب صورت وقت کے لیے ذہنی طور پر تیار ہونا چاہتا ہوں۔''
''میرے ساتھ خود کو اسٹرونگ محسوس کرو گے۔''
''ابھی چچا جان اس کی اجازت نہیں دے رہے، انہیں قائل بھی کرنا ہے نہ کیا تو مجھے میرے بنیادی شیئرز نہیں ملیں گے۔ میں چاہتا ہوں شادی میں ان کی مرضی بھی شامل ہو۔'' وہ بولا جبکہ عفیفہ خاموشی سے کافی پی رہی تھی۔ وہ دراصل کمال کا ہدایت نامہ سن رہی تھی جو ایسی خاص میٹنگز میں اس کے کان میں بجتا رہتا تھا۔ وہ وائرلیس ہیڈفون کے ذریعے اسے گائیڈ کر رہا تھا۔
''ہونہہ، اس کا مطلب ہے کہ شادی کافی عرصے کے لیے ملتوی سمجھوں، یقیناً تمہارے چچا جلدی راضی نہیں ہوں گے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کبھی راضی ہی نہ ہوں۔''
''نہیں خیر ایسی بات نہیں عمر کے تیسویں برس شادی نہ کرنے کی صورت میں بھی میرے شیئرز مجھے مل جائیں گے۔''
''اور اس میں پورا سال پڑا ہے۔''
''تم کیا سال تک انتظار نہیں کرو گی؟''
''نہیں، اب ایک پل بھی تمہارے بغیر گزارنا مشکل ہے، محبت اتنا کیوں ستاتی ہے سالار، ہم دو دشمنوں کے بچے کیا کبھی مل نہیں پائیں گے؟'' وہ آنکھوں میں نمی بھر کر بولی۔ سالار نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔
''میں جانتا ہوں تم مجھ سے بہت پیار کرتی ہو لیکن تمہیں مجھے کچھ وقت دینا ہوگا۔ میں ایسے حالات میں شادی کر کے چچا کو خود سے بدظن نہیں کر سکتا۔''
''تم ان کے اکلوتے وارث ہو انہیں تمہاری خوشی کا خیال رکھنا ہی پڑے گا۔''
''نہیں، میرا ایک بھائی اور بھی ہے۔''
''کیا؟'' وہ بری طرح چونکی ساتھ میں کمال بھی چونکا۔ ''تم نے کبھی ذکر نہیں کیا۔''
''وہ شروع سے لندن میں رہا، وہیں پر بڑھا تعلیم حاصل کی اور پھر وہیں شادی بھی کر لی اس لیے بہت کم لوگ اس کے بارے میں جانتے ہیں۔''
''ایسے میں، میں چ...

انہیں کسی انجانے شخص نے کال کر کے تمہارے بارے میں بتا دیا ہے ورنہ شادی میں یہ تاخیر نہ ہوتی۔ میں جلد ہی اس شخص کا پتا لگا لوں گا۔ وہ یقیناً کوئی غدار ہے جو نہیں چاہتا کہ ہم ایک ہوں۔''
''اب کیا فائدہ، جو اس نے کرنا تھا، کر لیا۔''
''وہ انجانا حالات کو مزید خراب کر سکتا ہے اسے ڈھونڈنا بہت ضروری ہے۔''
''اسے بھی ڈھونڈ لیں گے۔'' وہ ایک فولڈ کیا ہوا خط شوگر پاٹ کے نیچے رکھتے ہوئے اسے آنکھ مار کر بولی۔ وہ اس کے چونکنے سے پہلے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''مجھے کچھ کام ہے دوبارہ ملاقات کرتے ہیں۔'' اسے سی آف کر کے وہ کیفے سے نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی سالار نے وہ خط نکالا اور اپنے کوٹ کی جیب میں رکھ لیا اب مزید بیٹھنا بیکار تھا اسے آج چچا نے ملاقات کے لیے بلوایا تھا اس کا رخ اب اسی طرف تھا۔ گھر آتے ہی وہ سیدھا ڈرائنگ روم کی جانب بڑھا۔ وہ مقررہ وقت سے کچھ لیٹ تھا اندر آ کر وہ بری طرح چونکا شجاع احمد کے ساتھ انکل یوسف مرزا بیٹھے تھے اور ان کے بالکل ساتھ وہ کیفے والی لڑکی تھی۔ وہ بھی اسے دیکھ کر چونک اٹھی۔ یوسف صاحب سے مل کر چچا سے ملا اور پھر وہیں بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں اب بھی لڑکی پر تھیں۔ یوسف مرزا اور شجاع احمد نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔
''یہ حنا ہے تمہارے انکل کی بیٹی۔'' شجاع احمد نے تعارف کروایا۔ ''اور حنا بیٹا یہ میرا بھتیجا کم بیٹا زیادہ سالار۔''
''ہم مل چکے ہیں انکل۔'' حنا کو وہ ناخوشگوار ملاقات یاد آ گئی۔
''کیسے...... کب؟''
''ایک قریبی کیفے میں۔''
''تم دونوں نے ایسا ذکر نہیں کیا۔'' مرزا نے بھی لاعلمی کی شاندار ایکٹنگ کی۔
''ذکر کرنے والی کوئی بات ہی نہیں تھی۔'' وہ قدرے منہ بنا کر بولی جبکہ سالار سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ اسے ہر وقت ڈھونڈتا رہا اور وہ ملی بھی تو اس کے اپنے گھر میں۔
''پہلے کبھی انہیں دیکھا نہیں۔'' سالار تعجب سے بولا۔
''یہ پچھلے چار سال سے اپنی خالہ کے پاس بیلجیم میں تھی پچھلے مہینے ہی لوٹی ہے تعلیم مکمل کر کے۔''
''کافی تعجب کی بات ہے میں بچپن سے آپ کے گھر ... ملاقات نہیں ہو سکی۔''

www.urdupalace.com

"تم واقعی ہی شجاع کے بھتیجے ہو ویسے ہی شکی مزاج۔"
مرزا نے بلاوجہ قہقہہ لگایا۔ "ارے بھئی یہ بچپن سے بورڈنگ ہاؤس میں رہی ہے۔ تمہاری آنٹی کی وفات کے وقت یہ بہت چھوٹی تھی، میں اکیلا کیسے اسے سنبھال پاتا۔ چار سال پہلے میں نے اسے اس کی خالہ کے پاس بھیج دیا اب یہ مستقل رہے گی میرے ساتھ۔"

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" تعارف مکمل ہوا تو وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"کافی دیر سے ہوئی۔" وہ چڑ کر بولی۔ سالار ایک مرتبہ پھر مسکرانے لگا۔

"اتنی دیر سے ملی ہیں تو خوشی بھی ویسے ہی ری ایکٹ کرے گی نا۔" وہ براہ راست اس کی نیلی آنکھوں میں جھانک کر بولا، وہ نظریں چرا گئی۔ دل عجیب انداز میں دھڑکا تھا۔ سامنے بیٹھا ڈیشنگ جوان اس کا اپنا کزن تھا۔ وہ برسوں بعد اپنے خونی رشتوں سے مل رہی تھی۔ ان رشتوں کے لیے وہ ترستی رہی تھی لیکن حالات نے اپنے ملائے بھی تو کیسے وہ اسے بتا نہیں سکتی تھی کہ وہ اس کی سگی کزن ہے اس کے پیارے چچا شجاع احمد کی بیٹی ہے۔

"چچا جان آپ نے بلایا تھا؟" وہ اسے متوجہ نہ پا کر شجاع سے بولا۔

"ہاں، تمہارے انکل چاہتے ہیں کہ تمہارے جیسا ذہین بزنس مین ان کی بیٹی کو بزنس کے امور سمجھائے اب بڑی ہوگئی ہے تو بزنس یہی سنبھالے گی۔"

"میں اتنا ذہین نہیں ہوں انکل جتنے چچا جان ہیں ابھی تک ان کی ذہانت کے رعب میں ہوں۔" ایسا کہنے پر شجاع احمد نے غور سے اسے دیکھا۔

"آج کل کی ینگ جنریشن ہم جیسے بوڑھوں کی کمپنی کو کہاں انجوائے کرتی ہے۔" مرزا صاحب نے فوراً وضاحت پیش کی۔ "میں تو چاہتا ہوں حنا میرے ساتھ آفس جایا کرے لیکن یہ میرے ساتھ بور ہوتی ہے۔"

"صحیح کہا آپ نے جب آپ انہیں مجبوراً بزنس سکھائیں گے تو وہ تو ایسے ہی بور ہوں گی اور جبکہ مس حنا کے انٹرسٹ بھی مختلف ہوں۔" وہ اسے جتا کر بولا تو حنا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ نٹ کھٹ حسینہ اپنے والد کے سامنے شریف بنی ہوئی تھی۔ وہ خاموش ہوگیا۔

"تو پھر کل سے آ رہی ہیں آپ میرے آفس؟"

"میں ڈیڈ کی کو [illegible]
کوشش کروں گی آنے کی۔"

وہ گھورنے لگا۔ "سست اسٹوڈنٹس مجھے بالکل پسند نہیں ہیں صبح نو بجے...... پورے نو بجے میرے آفس نہ آئیں تو......"

"تو؟" وہ بھی دوبدو بولی۔

"تو کوئی بات نہیں دس بجے آجانا۔" اس نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی۔ حنا نے ہنسی کو بمشکل روکا۔

"تو ٹھیک ہے انکل پھر مجھے اجازت دیجیے۔" سالار اٹھتے ہوئے بولا۔ وہ جلد از جلد اپنی جیب میں موجود خط کو پڑھ لینا چاہتا تھا۔ ساتھ اسے تجسس بھی تھا کہ عفیفہ نے اسے خط کیوں لکھا۔ ایسا کیا تھا جو وہ اسے خود سے نہیں بتا سکتی تھی۔ اپنے کمرے میں آ کر اس نے دروازہ لاک کرتے ہی خط نکالا اور اسے پڑھنے لگا، تحریر کچھ یوں تھی۔ "تم نے مجھے کچھ بھی کہنا ہو اسی طرح خط لکھ کر مجھے دے دینا۔ میرے سامنے پاپا (کمال) کے متعلق کوئی بھی بات نہ ڈسکس کیا کرو۔ وہ ہماری باتیں ایک وائرلیس فون کے ذریعے سن رہے ہوتے ہیں۔ تم جانتے ہو وہ میرے سگے باپ نہیں ہیں، ہمارے درمیان جو بھی معاہدہ ہوگا صرف ہمارے درمیان ہوگا۔ پاپا کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ انہوں نے میرے ذریعے بہت سے لوگوں کو بے وقوف بنایا ہے اور ان کی دولت کو لوٹا ہے، وہ تمہیں بھی لوٹنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ جس دن تم سے معاہدہ کرنے کے لیے وہ مجھے پاور آف اٹارنی دیں گے، میں اسی دن انہیں چھوڑ دوں گی اور تم سے آملوں گی اس لیے تم بھی تب تک اس مشن میں میرا ساتھ دو پھر ہم شادی کرلیں گے اور ساری دولت بس ہماری ہوگی تم اس بات پر حیران ہو رہے ہو گے لیکن جس شخص نے ہزاروں لوگوں کو لوٹا ہے، اسے لوٹنے میں کیا حرج ہے ویسے بھی یہ ساری دولت میری ہے۔ میری ماں کی وجہ سے پاپا کو یہ دولت ملی جس پر وہ آج قبضہ کیے بیٹھے ہیں عنقریب ان کا سوئٹزرلینڈ میں بزنس سیٹ کرنے کا پلان ہے پھر وہ واپس یہاں نہیں آئیں گے...... تم سمجھ سکتے ہو وہاں ان کا سگا بیٹا رہتا ہے وہ اپنی دولت کا وارث اسے ہی بنائیں گے جبکہ یہ میرا حق ہے مجھے خوشی ہوگی اگر تم میرا ساتھ دو تو...... تمہارے جواب کی منتظر ہوں۔"

خط کی تحریر نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ یہ بات حیران کن تھی کہ انکل کمال ان کی ہر بات براہ راست سنتے تھے عفیفہ نہ بتاتی تو اس کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہ ہوتا۔ اس [illegible] نے پر اسے شدید غصہ آ رہا

www.urdupalace.com

تھا۔ اس نے تحریر کو دوبارہ پڑھا کمال کے سوئٹزرلینڈ شفٹ ہونے کی خبر بھی نئی تھی۔

''ہونہہ...... اسی لیے باسٹرڈ روز شادی پر زور دیتا تھا تاکہ عفیفہ کو یہاں چھوڑ کر دولت لوٹ کر باہر چلا جائے۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اسے عفیفہ پر بھی غصہ آیا کہ اتنا عرصہ وہ باپ بیٹی اسے فول بناتے رہے لیکن عفیفہ شاید ڈری ہوئی تھی اس لیے موقع ملتے ہی اسے بتا دیا۔

''ہونہہ تو کمال کا سوئٹزرلینڈ جانا اب میرے ہاتھ میں ہے لیکن مسٹر کمال اب تمہیں میں فول بناؤں گا۔'' وہ خط کو پھاڑ کر اسے کموڈ میں بہانے لگا۔

☆☆☆

رات کے کھانے پر یوسف مرزا نے اچھا خاصا اہتمام کیا تھا شجاع احمد نے کھانے کی ٹیبل پر خاموشی سے بیٹھی ریشم کو دیکھا، یہ اس دن کی ریشم سے بہت مختلف نظر آرہی تھی جب وہ اپنی بیٹی کے لیے حق مانگنے آئی تھی یقیناً اس کی ظاہری حالت ٹھیک کرنے میں یوسف مرزا جیسے پرانے دوست کا ہاتھ تھا۔ سلیقے سے دوپٹا اوڑھے مہنگے لباس، جیولری اور مناسب میک اپ میں وہ کافی گریس فل لگ رہی تھی۔ شجاع کو بے ساختہ وہ دن یاد آگیا جب اس نے اسے لان میں پھول توڑتے دیکھا تھا تبھی اس کا بھی دل چاہا تھا اس پھول کو وہ توڑلے۔ وہ سانولی سانولی سی لڑکی ان دنوں اسے بہت بھا گئی تھی دن رات بس وہی نظر آتی تھی۔ یورپ میں شاید گوریوں کو دیکھ دیکھ کر دل بھر گیا تھا وہ خود بھی سفید رنگت کا تھا اسے سانولی لڑکیاں شروع سے ہی پسند تھیں اسی لیے ریشم کو حاصل کرنے کے لیے اس نے اس کی نکاح والی شرط بھی مان لی۔ شجاع نے ایک گہری سانس لی اور کھانا شروع کیا۔ وقت بہت تیزی سے گزر جاتا ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ریشم جیسی ایک عام سی چوکیدار کی بیٹی سے وہ پیار کرنے لگے گا لیکن یہ جذبہ بہت وقتی تھا۔ والد نے جیسے ہی شادی کا اعلان کیا، سب سے پہلے اس نے اسی لڑکی کو دھتکارا تھا۔ آج برسوں بعد وہ مالکن کے روپ میں سامنے آبیٹھی تھی۔ وہ اٹھارہ برس اپنی اولاد کے لیے ترستا رہا ایسی اولاد جو اسے باپ کہہ سکے۔ حنا جیسا خوب صورت تحفہ ریشم نے ہی اسے دیا تھا جسے اس نے بری طرح جھٹلایا تھا۔ ریشم آج بھی ویسی ہی تھی جیسی اٹھارہ سال پہلے تھی۔ آج بھی اس کے سامنے ویسے ہی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اٹھارہ برسوں کا فرق صرف حنا میں آیا تھا۔ وہ حنا جس نے اتنے سال باپ کی محرومی میں [illegible] گزارے تھے [illegible] بھی اس سے اتنے ہی سالوں کی دوری جیسا فاصلہ رکھے ہوئے تھے۔ اس کے گلے نہیں لگی تھی۔ بابا نہیں کہا تھا۔ بات سمجھ میں آرہی تھی، وہ شکل میں باپ جیسی تھی اور عادتوں میں بھی، ضدی تھی جانے کُڑ کھے بغیر قریب نہیں آنے والی تھی۔ شجاع نے اسے ٹائم دینے کا فیصلہ کیا اسی لیے ایک دفعہ دھتکارے جانے کے بعد دوبارہ حنا کو گلے لگانے کی حماقت نہیں کی۔ حنا لاتعلقی دکھا رہی تھی لیکن ٹیبل پر بیٹھے اپنے ماں باپ سے اتنی لاتعلق تھی نہیں۔ جانتی تھی ماں نے سب کچھ بھلا دیا ہے پھر سے شجاع احمد کا نقلی ہاتھ تھام لیا ہے۔ اس نے ماں کو باپ کے قریب ہونے سے روکا نہیں، یہ اس کے لیے اچھا ہی تھا۔ ماں شجاع احمد کو بہلاتی رہتی اور وہ بھی سکون سے اپنا کام کرتی رہتی۔ کچھ دن پہلے وہ اپنی غربت سے لڑ رہی تھی وہ کسی بھی طریقے سے اپر سوسائٹی کا حصہ بننا چاہتی تھی چاہے کسی امیر مالک کو پھانس کر ہی اس لیے وہ ماں سے کام کرنے کی ضد لگائے بیٹھی تھی۔ لیکن قدرت نے اسے بیٹھے بٹھائے کروڑوں کا مالک بنا دیا۔ یہ اس کی امیدوں سے زیادہ نہیں تھا لیکن ہاتھ پیر ہلائے بغیر ملا تھا اب کھونا نہیں چاہتی تھی۔ جانتی تھی باپ کے بزنس کی صرف وہی وارث نہیں ہے، سالار بھی ہے۔ سالار یا وہ راستے سے کوئی ایک ہٹ جاتا تو وارث ایک ہی بنتا۔

''گڈ نائٹ۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ ''مجھے صبح جلدی اٹھنا ہے آفس بھی جانا ہے۔'' وہ معذرت کرکے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ یوسف مرزا اور شجاع احمد نے مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا۔ بیٹی بزنس میں دلچسپی لے رہی تھی۔ کافی امید افزا بات تھی۔ صبح وہ بہت جلد اٹھ جاتی تھی اس لیے آج بھی مقررہ وقت پر آنکھ کھلتے ہی تیار ہونے چلی گئی۔ نک سک سے تیار ہو کر وہ ناشتے کے لیے پہنچی تو شجاع احمد کو وہاں بیٹھا پایا۔ اس نے سلام کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی اور سکون سے بیٹھ کر ناشتا کیا۔ آج وہ مطمئن تھی کسی گھر سے آیا جھوٹا کھانا نہیں کھا رہی تھی۔ باپ سے لڑائی اپنی جگہ لیکن اس کے نام نے راتوں رات اس کی شخصیت کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ شہر کے امیر ترین شخص کی بیٹی ہونے کے اعزاز نے اس کے اعتماد میں چار چاند لگا دیے تھے۔ شجاع اسے ناشتا کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔

''یہاں کسی قسم کی پرابلم ہو تو مجھے ضرور بتانا، میں عنقریب تم دونوں کو گھر لے جاؤں گا لیکن فی الوقت کچھ عرصے کے لیے یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔ یہ تمہارا اے ٹی ایم کارڈ [illegible]'' وہ ایک کارڈ اس کی طرف بڑھا کر بولا۔ اس

www.urdupalace.com

نے ہاتھ نہیں بڑھایا تو اس کے پاس رکھ دیا۔
''مجھے ایک پستول بھی چاہیے۔'' وہ جانے لگا تو اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
''گارڈز تمہاری حفاظت کریں گے، بغیر لائسنس کے تم اسلحہ کیسے رکھ سکتی ہو؟''
''مجھے اپنی حفاظت خود کرنا آتی ہے۔''
''پہلے کبھی پستول استعمال کیا ہے؟''
''ہاں، میری دوست کے والد ریٹائرڈ بریگیڈیئر ہیں انہوں نے ہم دونوں کو استعمال سکھایا تھا۔'' وہ چائے ختم کر کے اٹھتے ہوئے اعتماد سے بولی۔ شجاع احمد نے اسے مسکرا کر دیکھا۔
''ٹھیک ہے شام تک مل جائے گا۔''
''دوپہر تک مل جائے تو زیادہ اچھا ہے۔'' وہ کہہ کر رکی نہیں چلی گئی۔ شجاع احمد نے فخر سے اسے جاتے دیکھا۔ بیٹی کی چال بتا رہی تھی، باپ کے ارادوں پر پوری اترنے والی ہے۔

سالار کے آفس تک اس کے گارڈز نے اس کی رہنمائی کی۔ وہ ابھی پہنچا نہیں تھا اس لیے وہ اطمینان سے اس کی خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔ بیٹھتے ہی جیسے کرنٹ لگا۔ وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ نہ جانے یہ کیا تھا جو اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا اس نے فوراً ایک گلاس پانی پیا۔ اسی وقت سالار آ گیا۔ اسے دیکھ کر متاثر ہوا۔
''لگتا ہے ساری رات سو نہیں سکی تم، اٹھتے ہی یہاں آ گئیں۔'' وہ بے تکلفی سے بولا۔
''کچھ زیادہ دیر تم نے بھی نہیں لگائی یہاں آنے میں۔'' وہ دوبدو بولی تھی۔
''حاضر دماغی اچھے بزنس مین کی علامت ہے۔''
''تعریف کے لیے بہت وقت ملے گا آپ کو، کسی اچھے وقت کے لیے بچا کر رکھیں۔''
''لگتا ہے تم ابھی تک ناراض ہو۔''
''بغیر تعلق کے کیسی ناراضی؟'' یہ کہنے پر وہ مسکرایا پھر اپنا کوٹ اتار کر کوٹ اسٹینڈ پر لٹکا دیا۔
''چلیں۔'' وہ ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔
''کہاں؟''
''آج میں تمہیں اپنے ورکرز سے ملواتا ہوں ساتھ ساتھ تمہیں ان کا کام بتاؤں گا۔'' وہ اسے ساتھ لے کر اپنے مینجمنٹ آفس کی طرف [illegible] ''یہاں [illegible] بیٹھتے

ہیں۔''
''السلام علیکم سر۔'' وہ سب اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ ان سے حنا کا تعارف کروانے لگا۔ ''مسٹر سبحان آپ کل سے مس حنا کو مینجمنٹ سکھائیں گے۔'' وہ ان میں سے ایک کو مخاطب کر کے بولا۔ حنا نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر سالار کے ساتھ وہاں سے واپس آ گئی۔
''تو تم ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ تمہارے پاس میرے لیے وقت نہیں ہے۔'' وہ بھویں اچکائے بولی۔
''وقت کی بات نہیں ہے انوسینٹ گرل، وہ تمہیں مجھ سے اچھا گائیڈ کرے گا، بزنس سیکھنے کی پہلی سیڑھی مینجمنٹ ہے تم اگر اس پر مضبوطی سے کھڑی ہو گئیں تو بڑے بڑوں کے چھکے چھڑا سکتی ہو۔'' وہ اسے ساتھ لیے بلڈنگ دکھاتا رہا۔ ''یہاں اسسٹنٹس بیٹھتے ہیں۔'' وہ ایک جانب قطار میں بنے کیوبیکلز کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ''اور یہاں کلریکل اسٹاف۔'' ویسے ہی کیوبیکلز بائیں جانب بھی تھے۔ وہ ہر چیز کو پوری تفصیل سے سمجھ رہی تھی۔ اس کے انہماک کو دیکھ کر سالار نے اسے کانفرنس رومز اور میٹنگ رومز بھی دکھائے۔ عام نوجوانوں سے ہٹ کر وہ اشتیاق سے ہر چیز کے متعلق جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ آخر کو یہ اس کے باپ کا آفس تھا اور وہ مستقبل کی مالکہ تھی۔
''یہاں یقیناً سیکیورٹی کا انتظام بھی ہوگا؟'' وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔
''تم انکل یوسف کی بیٹی نہیں پوری جاسوسہ لگ رہی ہو۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔
''ٹالنے سے ٹلوں گی نہیں میں۔'' لہجے میں اصرار تھا بالآخر وہ اسے انڈر گراؤنڈ فلور پر لے گیا۔ جہاں بہت سے کمپیوٹر ٹیبلز پر ورکرز بیٹھے اپنا کام کر رہے تھے۔ ایک بڑی سی وال اسکرین پر آفس کے اندر باہر کے مناظر نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف سیکیورٹی کا پورا عملہ الرٹ پوزیشن میں بیٹھا تھا۔
''محترمہ اگر کچھ تسلی ہوئی ہو تو کچھ کھا لیتے ہیں آج میں ناشتا کیے بغیر آیا ہوں۔''
''سوری، مجھے علم نہیں تھا، تمہیں بتانا چاہیے تھا۔'' وہ واپسی کے لیے قدم بڑھا کر بولی۔
''اٹس او کے۔''
''مطلب ہے تم دیر سے اٹھتے ہو، دیر سے اٹھنے والے مارننگ واک پر بھی نہیں جا پاتے، واک نہ ہو تو صحت [illegible] کے لیے صحت بہت ضروری

www.urdupalace.com

ہے۔ وہ کہتے ہیں نا ڈاکٹرز، صحت مند جسم ہی صحت مند دماغ کا حامل ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم کچھ ہی عرصے میں عقل سے پیدل ہو جاؤ گے جب ایسا ہونے لگے تو مجھے ضرور بتانا میں تمہیں بھی اپنے ساتھ واک پر لے جایا کروں گی۔''

وہ بولتی جا رہی تھی اور وہ اسے پہلے حیرانی پھر مسکراتے ہوئے سننے لگا۔ آفس آ گیا تھا اور اندر آتے ہی سالار نے اپنے لیے ناشتا اور حنا کے لیے کافی منگوائی۔

''اس ساری بحث کا حاصل یہ تو نہیں کہ تم مجھے بھی مارننگ واک پر لے جانا چاہتی ہو؟'' وہ اسے گہری نظروں سے دیکھ کر بولا۔ ''اگر ایسا ہے تو بحث لاحاصل، میں مارننگ نہیں ایوننگ واک کے لیے جاتا ہوں۔'' بات کرتے کرتے وہ زیرلب مسکرایا۔

''یعنی اب تم چاہتے ہو، میں تمہارے ساتھ ایوننگ واک شروع کر دوں؟''

جواباً سالار کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ''تم غضب کی حاضر جواب ہو، چچا جان کو پتا چل جائے تو وہ تمہیں اپنی کمپنی کے لیے ہائر کر لیں۔''

''سیٹ کے لیے کیوں نہیں۔'' وہ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ سالار کا چونکنا لازمی تھا لیکن فوراً ہی اس نے اپنے تاثرات بحال کیے۔ ''اچھا مذاق ہے۔''

''کیوں ڈر گئے نا؟'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''اظہارِ خیال کرنے میں جلد بازی نہ دکھایا کرو۔'' سالار ٹیبل پر اس کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔ ''مجھے ایسے کیوں لگتا ہے کہ میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے تمہاری یہ آنکھیں اتنی گہری کیوں نہیں لگتیں جتنی تمہاری ادائیں ہیں۔'' جواباً حنا نے خود کو قدرے کمپوز کیا، وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا راز سالار پر افشاں ہو جائے۔

''اتنا قریب مت آؤ، میں متاثر ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' وہ اس سے بولی لیکن دل ہی دل میں بڑبڑائی کہ مسٹر چالاک لینز والی آنکھوں میں گہرائی کہاں سے ملے گی۔

''اب تم جلد بازی کر رہے ہو نتیجہ نکالنے میں۔''

''او کے کچھ وقت کے لیے یہ ٹاپک چھوڑ دیتے ہیں۔''

''کچھ وقت بعد بھی اس ٹاپک میں کچھ نہیں ملے گا۔''

اسی وقت ملازم نے کھانے کا سامان ٹیبل پر رکھا۔ سالار بلا جھجک ناشتا لے کر کرنے لگا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکان تھی۔ حنا کے ساتھ ہو [illegible]

اسے بہر کیف مزہ آ رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اپنی ٹکر کی کوئی لڑکی ملی تھی۔ حنا خاموشی سے کافی ختم کرنے لگی، ساتھ ہی وہ آفس کی ڈیکوریشن دیکھنے میں لگ گئی۔ آخر کل کو اسے ہی یہاں بیٹھنا تھا۔ یہ احساس بڑا فرحت بخش تھا۔

''مجھے ابھی جانا ہے، کل آؤں گی دوبارہ۔'' کافی کے ختم ہوتے ہی وہ اٹھ گئی۔

''کہاں؟''

''ایک دوست سے ملنے۔''

''حیرت ہے تمہاری کوئی دوست بھی ہے یہاں۔''

''فیملی فرینڈ ہے۔'' اس نے جلدی سے بات بنائی۔

''او کے ایز یو وِش۔'' وہ بولا تو وہ خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئی۔ پارکنگ میں ڈرائیور اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اسے اپنی دوست کے گھر کا پتا بتا کر سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر بیٹھ گئی۔ اس کی دوست مائرہ اس کی کالج کی فرینڈ تھی۔ اس کا گھر حنا کے گھر سے کچھ ہی دور تھا۔ حنا کا زیادہ تر وقت مائرہ کے گھر میں ہی گزرتا تھا۔ مائرہ کے والد ریٹائرڈ بریگیڈیئر تھے۔ ایک کمپنی میں جاب کرتے تھے اور دو بجے کے بعد اپنے وقت کا زیادہ حصہ گھر میں اپنی بیٹی کے ساتھ گزارتے تھے انہیں حنا بھی مائرہ کی طرح عزیز تھی۔ وہ دونوں ان سے فوج کے قصے سنتی رہتی تھیں۔ اس دوران میں مائرہ کی ماما مزے مزے کے کھانے اور چیزیں بنا کر انہیں کھلاتی تھیں۔

ڈرائیور نے گاڑی ایک بنگلے کے سامنے جا کر روک دی۔ حنا گیٹ کی جانب بڑھی۔ چوکیدار اسے پہچانتا تھا اس لیے بنا کچھ پوچھے دروازہ کھول دیا۔ وہ بلا جھجک مائرہ کے کمرے کی طرف جانے لگی۔ لان میں انکل طاہر کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

''انکل آپ؟'' وہ ان کے اس وقت گھر پر ہونے پر حیران تھی۔

''آج آفس جانے کا موڈ نہیں ہوا دھوپ انجوائے کر رہا ہوں۔''

''اچھا ہے کبھی کبھار اپنے لیے وقت بھی نکالنا چاہیے، مائرہ اندر ہے۔''

''مائرہ اپنی ماما کے ساتھ مارکیٹ تک گئی ہے بس کچھ دیر میں آنے والی ہیں دونوں۔'' وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولے۔ نیلے رنگ کے سفید لائنوں والے ٹریک سوٹ میں ملبوس انکل طاہر کی شخصیت شاندار تھی۔

[illegible] دل کر رہا ہے لے

www.urdupalace.com

لو۔'' انہوں نے حقِ میز بانی نبھایا۔ وقت گزاری کے لیے وہ چائے کپ میں ڈالنے لگی۔

''مجھے مائرہ نے بتایا ہے شجاع احمد تمہارے والد ہیں۔'' وہ کچھ دیر بعد گویا ہوئے۔

''جی انکل بس زندگی نے ایک دم سے کایا پلٹی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی میں اتنے امیر کبیر باپ کی بیٹی ہو سکتی ہوں۔'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

''تو اب تم کیسا محسوس کرتی ہو، خوش ہو۔'' وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولے۔

''بہت زیادہ انکل، رات کو آپ سوئیں اور صبح اٹھنے پر زندگی آپ کو کسی محل میں لے جائے اور پھر آپ کو پتا چلے آپ اس محل کے اکلوتے وارث بھی ہو تو خوشی ہوتی ہے۔''

''میں شجاع احمد کو کافی حد تک جانتا ہوں اس کا ایک بھتیجا بھی ہوتا ہے نا اس کے ساتھ اکلوتا وارث۔'' اکلوتا وارث کہنے پر انہیں سالار یاد آ گیا۔

''ہاں ہے، اسی سے مل کر آ رہی ہوں سالار نام ہے اس کا۔''

''شجاع احمد ایک گہرا انسان ہے، کتنا جانتی ہو ان کے بارے میں۔'' وہ اسے گہری نظروں سے دیکھ کر بولے۔

''یہاں تک تو جان گئی ہوں کہ انہیں اپنی دولت اور نام سے بہت پیار ہے۔'' وہ انہیں سمجھانے کی کوشش کرنے لگی۔ ''کیا آپ کچھ اور بھی جانتے ہیں۔''

''ہاں اور یہ تمہارے لیے جاننا از حد ضروری ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تم یہ جانو اور اس کے بعد اپنے لیے کوئی بہتر فیصلہ کرو۔''

''اب مجھے آپ کی باتیں خوف زدہ کر رہی ہیں۔''

''مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ تمہیں تمہارا باپ اور مقام مل گیا۔'' وہ اس کی بات نظر انداز کر کے بولے حنا ہمہ تن گوش تھی۔ ''تم دونوں ماں بیٹی نے بہت مشکل وقت گزارہ ہے اب اچھے دن آئے ہیں لیکن یہ بتاتے ہوئے مجھے افسوس بھی ہو رہا ہے کہ تمہارا باپ غیر قانونی کاموں میں بری طرح پھنسا ہوا ہے اتنا کہ اب وہ خود سے چاہے بھی تو اسے کوئی نکال نہیں سکتا۔ میرا دوست ہے ایس ایس پی شجاعت وہ اس کیس پر ہی کام کر رہا ہے اور تمہارے باپ کے بہت پاس پہنچ چکا ہے۔''

''وہ ایسا کیا کرتے ہیں؟'' حنا انہیں بے ساختہ ٹوکتے ہوئے کچھ خوف اور کچھ [illegible]

چوپٹ راج

ایک بے روزگار نوجوان ایک ریاست کے نواب کے روبرو پیش ہوا اور سات بار جھک کر فرشی سلام کرنے کے بعد معذرت سے درخواست پیش کی۔ نواب صاحب نے درخواست کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا چاہتے ہو؟''

نوجوان نے ایک بار پھر جھک کر سلام کیا اور کہا۔ ''جہاں پناہ! بے کار ہوں۔ نوکری چاہتا ہوں۔''

''کتنا پڑھے ہوئے ہو؟'' پوچھا گیا۔

''حضور گریجویٹ ہوں۔''

''گریجویٹ کا بچہ!'' نواب صاحب اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولے۔ ''صاف کہو کتنی جماعتیں پاس ہو؟''

''حضور 14 جماعتیں۔''

''اونہہ۔'' نواب صاحب منہ بگاڑ کر بولے۔ ''ساری عمر پڑھتے ہی رہے ہو۔'' پھر دیوان صاحب سے بولے۔ ''اسے سول سرجن لگا دو۔''

''حضور پہلے والے سول سرجن کا کیا، کیا جائے؟'' دیوان صاحب نے ادب سے پوچھا۔

''اسے سیشن جج بنا دو۔''

''اور حضور پہلے والے سیشن جج کو؟''

''اس کو دو سال کے لیے جیل بھیج دو۔''

بہاولپور سے بشیر احمد بھٹی کی گزارش

''بتاتا ہوں، پہلے پوری بات سن لو۔'' وہ ٹھہرے لہجے میں بولے حنا بے ساختہ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو مسلنے لگی۔ ''شجاعت نے کافی عرصے پہلے شجاع کے بارے میں مجھ سے یہ کیس ڈسکس کیا تھا۔ ہم دونوں نے مل کر کافی کیس حل کیے ہیں میں جب ریٹائرڈ نہیں ہوا تھا تو اس کی کئی معاملوں میں مدد بھی کر چکا ہوں اسی طرح وہ بھی میرے کام آتا رہا ہے اب تم سمجھ گئی ہو گی کہ اسے بھی میری مدد درکار ہے وہ اس کیس کو جلد از جلد حل کرنا چاہتا ہے، اسے میرے ذریعے علم ہوا ہے کہ تم شجاع احمد کی بیٹی ہو۔''

''میں سمجھ گئی کہ آپ مجھے یہ سب کیوں بتا رہے ہیں، آپ لوگ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں۔''

''تم نے ٹھیک سمجھا۔'' وہ آرام سے مان گئے اور دل سے اس کی ذہانت کے قائل بھی ہوئے اب انہیں زیادہ محنت نہیں کرنا پڑتی۔

''اب آپ یہ بھی بتا دیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔''

''وہ غیر قانونی اسلحے کے بیوپاری ہیں۔'' وہ بولے تو حنا کو ایک دھچکا لگا [illegible] بات تھی اس کا باپ غیر قانونی

www.urdupalace.com

اسلحے کا کاروبار کرتا تھا اور پولیس کو مطلوب تھا اور پولیس کے نزدیک اس طلب میں وہ ان کی معاون بن سکتی تھی۔ وہ بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

''یہ صرف اتنی بات تو نہیں ہوگی، اسلحے کا غیر قانونی کاروبار تو بہت سے لوگ کرتے ہیں پھر آخر شجاع احمد ہی کیوں انہیں مطلوب ہے؟'' وہ ایک دم سے رک کر پوچھنے لگی۔

''میں نے یہ سب کچھ تم پر اعتماد کرتے ہوئے بتایا ہے۔'' وہ اسے جانچتی نظروں سے دیکھ کر بولے۔

''اگر تم سمجھتی ہو کہ میرا اعتماد کرنا ٹھیک نہیں تو یہ بات ابھی ختم کر دیتے ہیں، تم سمجھنا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔''

''اب آپ بچوں جیسی بات کر رہے ہیں۔'' وہ تلخی سے ہنستے ہوئے بولی۔ ''اور آپ کیا سمجھتے ہیں جہاں تک آپ مجھے بتا چکے ہیں اس کے بعد میں سب کچھ بھول جاؤں گی، یہ کیسے ہوسکتا ہے اب آپ مجھے پوری بات بتانے پر مجبور ہیں، بتائیں مجھے کہ وہ آخر اس درجے تک کیوں مطلوب ہیں؟'' وہ ان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے قدرے وحشت سے بولی۔

''ہم یہ ٹاپک کسی اور دن ڈسکس کریں گے۔'' طاہر صاحب اس کی کیفیت بھانپ کر بولے۔

''ٹاپک؟ یہ کوئی ٹاپک نہیں ہے انکل، آپ میری پوری زندگی کو اس ٹاپک کی نوک پر لیے بیٹھے ہیں، یہ ٹاپک آج ہی ڈسکس ہونا چاہیے اور ابھی۔'' اس کی آنکھوں سے یکا یک جیسے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ انکل طاہر نے اسے بغور دیکھا پھر گہری سانس لی۔

''تم بہت جذباتی لگ رہی ہو۔'' طاہر بولا۔

''کیونکہ یہ میں ہوں حنا...... مائرہ نہیں ہوں جس کے پاس سب کچھ ہے، وہ برسوں تک کسی چیز کے لیے ترسی نہیں ہے صرف میں ہی ترسی ہوں، اور آج جب میں حنا شجاع احمد ہوگئی ہوں تو آپ لوگ مجھ سے پھر سب کچھ چھیننے آگئے ہیں۔'' وہ بولی تو اس کی آنکھیں نمی سے بھرپور تھیں۔ ''ہاں میں جذباتی ہوں، جذبات کے بغیر کوئی انسان مکمل نہیں ہوتا پھر آپ کو یہ کیوں لگا کہ میں کوئی --- ردِعمل ظاہر نہیں کروں گی۔''

طاہر کو وہ اس وقت ایک ایسی ہرنی کے مانند لگی جو شکاریوں سے نکل کر بھاگی ہو لیکن جال میں خود ہی آ پھنسی ہو۔ لیکن وہ اسے اپنی بیٹی جیسی سمجھتے تھے اس لیے اس سے یہ سب کچھ پوشیدہ نہیں رکھ سکتے تھے انہیں ... ...

کے ذریعے حنا کے باپ کا علم ہوا تھا، وہ اس سے ملنا چاہتے تھے۔ آج وہ خود ہی آ گئی تو انہوں نے اسے اس کے باپ کی اصل حقیقت بتانا چاہی اور اس کا ردِعمل فطری تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

''نہیں، کیوں انکل آپ کو میں اتنی بہادر کب لگی؟'' کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اپنی آنکھیں پونچھ کر وہ ان کے پاس دوبارہ بیٹھ گئی۔ ''لیکن میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ میں آپ کو سننے کا حوصلہ رکھتی ہوں۔''

''تمہارا باپ دہشت گردوں کو اسلحہ سپلائی کرتا ہے۔'' حنا نے آنکھیں پھاڑ کر انہیں بے یقینی سے دیکھا۔

''یہ...... یہ کیسے ہوسکتا ہے وہ ایسا نہیں کر سکتے۔'' وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔ کان کے آس پاس سائیں سائیں ہونے لگی۔ انکل طاہر کچھ بول رہے تھے لیکن اس کی سمجھ سے باہر ہو رہا تھا۔

''وہ ظالم ہو سکتے ہیں جابر بھی لیکن قاتل نہیں ہو سکتے۔'' وہ کافی دیر کے بعد خود کو سنبھال کر بولی۔

''ہمارے پاس پورے ثبوت ہیں۔'' انکل طاہر بم پر بم پھوڑ رہے تھے۔

''ثبوت ہیں تو ابھی تک وہ پکڑے کیوں نہیں گئے؟'' وہ بے یقین تھی۔

''کیونکہ پولیس اسے اس کے ریکٹ سمیت گرفتار کرنا چاہتی ہے، اسلحہ بلیک مارکیٹ سے امپورٹ کیا جاتا ہے۔ شجاع براہ راست یہ ڈیلنگ نہیں کرتا ہے۔ اسلحہ دہشت گردوں کو بھاری داموں میں بیچا جاتا ہے لیکن......'' وہ آگے کو جھکے۔ ''یہ ڈیل وہ اکیلا نہیں کرتا اس کا پورا ریکٹ ہے اکیلے شجاع کو پکڑا گیا تو تم لوگوں کی زندگی فوراً ختم، دشمن شجاع احمد کے قریب سے بھی گزرنے والے ہر شخص کو اڑا دیں گے اور اس کی جگہ کوئی نیا آجائے گا، میں یہ کبھی نہیں چاہوں گا کہ تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچے اور مفت میں مارے جاؤ، جب پورا گروہ ہی پکڑا جائے گا تو خطرہ ٹل جائے گا۔''

''مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟'' وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

''تم پولیس کے لیے کام کرو گی، اس کے پل پل کی رپورٹ دو گی، جتنے لوگ شجاع سے ملتے ہیں، ان کے بارے میں بتاتی رہو گی۔ سالار کے بارے میں بھی پتا لگاؤ گی آیا وہ اس معاملے میں شامل ہے یا نہیں۔''

''آپ کا خیال ہے کہ میں اپنے باپ کے خلاف جاسوسی کے لیے تیار ہو جاؤں گی؟''

''مجھے تم پر اعتماد ہے۔''

www.urdupalace.com

"تھوڑی دیر پہلے آپ کا یہ اعتماد متزلزل ہو رہا تھا۔" وہ بولی اور پھر اس کی نظر گیٹ سے اندر آتی مائرہ کی گاڑی پر پڑی۔ وہ اپنی ماما کے ساتھ مارکیٹ سے لوٹ آئی تھی۔ طاہر صاحب نے جواب طلب نظروں سے اسے دیکھا۔

"اگر میرا باپ صرف میری وجہ سے بچ جائے گا تو میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی۔" مائرہ کو اپنی جانب آتا دیکھ کر وہ جلدی سے بولی۔

"تم غلط کرو گی، انتہائی غلط، پولیس آج نہیں تو کل تمہارے باپ اور اس کے گروہ تک پہنچ جائے گی، پھر شاید تم بھی شک کی زد میں آجاؤ۔"

"یہ دھمکی ہے؟"

"وارننگ ہے بس۔"

"ہائے حنا کیسی ہو؟" مائرہ چہکتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی۔ "بہت پیاری لگ رہی ہو امیر باپ کی بیٹی جو بن گئی ہو شاندار لباس، جیولری اور ڈرائیور والی گاڑی۔"

"میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی اب مزید نہیں بیٹھ سکتی پھر کسی دن ملیں گے، بابا کی بار بار کال آرہی ہے۔" اس نے آرام سے جھوٹ بولا۔ طاہر صاحب لاتعلقی سے اخبار پڑھنے لگے۔

"چلتی ہوں انکل۔" وہ لفظ انکل پر زور دیتے ہوئے بولی۔

"میں پُرامید ہوں اور غلط لوگوں پر اعتماد نہیں کرتا۔" وہ اخبار تہ کرنے لگے۔

"تب میں کہوں گی کہ اپنی غلط فہمی ختم کر لیجیے۔" وہ کہہ کر رکی نہیں چلی گئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے آپ دونوں کے بیچ؟" گیٹ سے نکلتے ہوئے حنا کے کانوں میں مائرہ کی آواز آئی۔

"کچھ نہیں۔" طاہر صاحب دوبارہ سے اخبار کھولنے لگے۔ مائرہ سر جھٹک کر اندر چلی گئی۔

☆☆☆

"خوش آمدید میڈم۔" عفیفہ کھانے کی ٹیبل پر آئی تو ہاؤس کیپر چہرے پر مسکراہٹ پھیلائے کھڑی تھی۔ عفیفہ نے جواباً خفیف سا سر ہلایا اور ٹیبل پر نظر ڈالی۔ ڈنر میں حسبِ معمول تین سے چار ڈشز تھیں۔ کھانے کی ٹیبل پر دونوں کی پسند کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔

"ٹھیک ہے، تم جاؤ۔"

"اوکے میڈم۔" [illegible]

کی ٹھک ٹھک ختم ہوئی تو عفیفہ ایک خاص اسٹائل سے ٹیبل پر موجود ڈشز کا جائزہ لینے لگی۔ وہ جانتی تھی ڈائننگ ہال میں کیمرا کہاں نصب ہے اس لیے اپنی پشت کیمرے کی طرف کر کے وہ کمال کی پسندیدہ ڈشز میں اس محلول کے چند قطرے ڈال کر ایسے پیچھے ہٹی جیسے ڈشز کو چکھ کر دیکھ رہی ہو۔ کمال آنے ہی والا تھا اور وہ آج کل اس کی آمد سے پہلے میز پر آجاتی تھی تاکہ دوائی آرام سے کھانے میں شامل کر سکے۔ رات کے کھانے کا وقت دوائی کے لیے مناسب تھا۔ اگر کمال کھانے کے بعد اپنی طبیعت میں کچھ بوجھل پن محسوس کرتا تو اسے نیند کا سبب سمجھتا۔

"ہائے سویٹی۔" وہ اسے پیار کرتے ہوئے اپنی جگہ پر بیٹھا۔ "صبح کے بعد ابھی نظر آئی ہو کہاں رہیں تمام دن؟" وہ کھانا اپنی پلیٹ میں نکالنے لگا۔ عفیفہ نے بے ساختہ سوچا کہ کاش وہ اسے زہر دے سکتی۔ لیکن اس طرح جائداد اس کے ہاتھ آنے کے بجائے الٹا نکل جاتی۔ اس نے سالار کو بتایا تھا کہ کمال کی ساری دولت اس کی ماں کی ہے اور وہ اس کی مالک ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔ اس کی ماں ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔

"کیا سوچنے لگیں؟" اسے خاموش پا کر کمال نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں سالار کو سوچ رہی ہوں، آج کل بہت بزی ہو گیا ہے۔"

"وجہ وہ لڑکی تو نہیں جس کے ساتھ وہ ہر جگہ دکھائی دے رہا ہے؟"

"وہ اس کی پروڈکٹ کے لیے ماڈلنگ کر رہی ہے۔"

"ماڈلنگ کا اثر سالار کے آفس اور پھر گھر تک ہونے لگا ہے۔"

"لگتا ہے آپ کے پاس سالار کی جاسوسی کا سارا نیٹ ورک ہے۔"

"بزنس میں آنکھیں اور کان کھلے رکھنے چاہئیں خاص کر اس وقت جب مخالف آپ کا دُہرا دشمن ہو۔" وہ تنبیہی انداز میں بولا۔ "شادی کا معاملہ کہاں تک پہنچا؟"

"فی الوقت شجاع احمد اسے اجازت نہیں دے رہا۔"

"مطلب ناکامی کی وجہ تم ہو؟"

"میں سمجھی نہیں۔" وہ کھانا چھوڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

[illegible] پا رہا...... مطلب تمہاری

www.urdupalace.com

اہمیت اس کے نزدیک زیرو ہے۔ وہ شجاع کا جانشین ہے اور شجاع اس کی بات ٹال رہا ہے تو مطلب وہ سمجھتا ہے کہ اس انکار سے سالار کو کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔'' وہ تلخی سے بولا۔

''میں اپنی بھرپور کوشش کر رہی ہوں، یہ آپ بھی جانتے ہیں۔ روزانہ کی پروگریس آپ کے سامنے ہوتی ہے کہیں امپرومنٹ کی ضرورت تھی تو آپ شروع سے ہی بتا دیتے۔''

''میں نے تمہیں اس سے سارے فاصلے ختم کرنے کی تلقین کی تھی لیکن تم تو ایسے ری ایکٹ کرتی ہو جیسے ان چھوئی دوشیزہ ہو ہمیشہ چارفٹ کا فاصلہ رکھتی ہو۔''

''آپ کا مطلب ہے میں کٹے پھل کی طرح اس کی جھولی میں گر جاؤں اور اپنی حیثیت دو کوڑی کی کرلوں اور پھر سب کچھ ختم، ساری محنت بیکار ہو جائے۔''

''تو تمہاری کوئی حیثیت بھی ہے؟'' اچانک کمال کا پارا جیسے شوٹ کر گیا۔ آج کل وہ اسی طرح چھوٹی، چھوٹی باتوں پر آپے سے باہر ہونے لگا تھا۔ یہ سچویشن عفیفہ کی پسندیدہ تھی۔ لیکن اس کی باتیں اسے غصہ بھی دلا رہی تھیں۔ غصے میں وہ کچھ زیادہ ہی بک، بک کرنے لگا تھا۔ ''تم دو کوڑی کی عورت کی بیٹی ہو میرے لیے صرف دل بہلانے کا سامان اور بس، اس سے زیادہ تمہاری کوئی اوقات نہیں ہے۔ اگر تم نے اپنی اوقات پھلانگنے کی کوشش کی تو تمہاری سانسیں اپنے ہاتھوں سے ختم کروں گا میرے لیے تم صرف ایک ملازم ہو سمجھی تم۔'' وہ سرخ منہ سے بولتا چلا گیا۔ عفیفہ آہستگی سے اٹھی اور چلی گئی۔ اس کی آنکھوں میں شدید نفرت تھی لیکن وہ اسے چہرے پر نہ لا پائی۔ جس دن کوئی کیمرا اسے پکڑ لیتا تو اس کی قبر بھی کسی کو ملنے والی نہیں تھی۔ یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ آج رات فیصل بھی اس سے ملنے والا تھا۔ اس نے ساری بھڑاس تب تک کے لیے جمع کرلی۔ کمرے میں آ کر روزانہ کے معمول کے مطابق وہ سو نہیں سکتی تھی۔ بس روتی رہی اپنی بے بسی اسے بری طرح ہرٹ کرتی رہی۔ رات کو جب فیصل آیا تو وہ اس کے گلے لگ کر کمال کو گالیاں دینے لگی۔ فیصل اسے بہلانے لگا۔ ''خود کو سنبھالو عفی۔'' وہ اسے پیار سے عفی کہتا تھا۔ ''تم یونہی چیختی رہیں تو کوئی آ جائے گا۔''

''میں تنگ آ گئی ہوں فیصل اس زندگی سے اگر یہ سب کچھ، کچھ عرصہ اور چلتا رہا تو میرا نروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا، ایک، ایک لمحہ ا[illegible]

گدھے کے جانے کے دن قریب آ رہے ہیں۔ میں بہت گھٹن محسوس کرنے لگی ہوں۔'' وہ آنسو پونچھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر درد سے بولی۔

''سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا خود کو اپ سیٹ مت کرو۔''

''یہ میرے پاس آخری چانس ہے اس کی غلامی سے نکلنے کا۔ اگر سالار شادی کے لیے تیار نہ ہوا تو معاہدہ بھی نہیں کرے گا معاہدہ نہ ہوا تو کمال کو کوئی فرق نہیں پڑے گا وہ جانے کے لیے تیار ہے اور چلا جائے گا لیکن پھر میں کبھی آزاد نہیں ہو پاؤں گی۔''

''معاہدے کے لیے شادی شرط ہے۔''

''ہاں کچھ ایسا ہی ہے۔ سالار کو اس کے حصے کے شیئرز شادی کے بعد ملیں گے، پہلے نکاح ہوگا پھر اسے شیئرز ملتے ہی وہ ہمارے ساتھ معاہدہ کرے گا۔ اس معاہدے میں کمال کا فائدہ ہے وہ اس موقع پر سالار سمیت شجاع احمد کو چونا لگانا چاہتا ہے اس کے پاس پیسے کی پہلے ہی کمی نہیں لیکن یہ وہ شجاع کو جھکانے کے لیے کرنا چاہتا ہے اس موقع پر وہ مجھے پاور آف اٹارنی دے گا کیونکہ سالار اور شجاع مجھ سے بزنس ڈیل کریں گے کمال سے نہیں کیونکہ میں ان کی بہو ہوں گی تب پھر میرا گیم ہوگا میں...... نہیں۔''

وہ اسے دیکھ کر بولی۔ ''ہم دونوں ان دونوں کو چونا لگائیں گے اور فوراً یہ ملک چھوڑ دیں گے، ملک چھوڑنے کی ساری تیاریاں تمہیں کرنا ہوں گی۔'' وہ اسے تفصیل سے بتانے لگی۔

''تم بے فکر رہو، تمہارا ساتھ پانے کے لیے میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔''

''ایسا ہے تو حنا کو اغوا کرلو۔''

''سالار کی ماڈل......؟'' وہ حیرانی سے بولا۔

''ہاں، مجھے اس لڑکی سے پرابلم نہیں۔ لیکن جانے انجانے میں وہ میرے راستے میں آ رہی ہے۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں اس لیے اسے غائب کرنا پڑے گا، سالار اس کی طرف کچھ زیادہ ہی مائل ہو رہا ہے، اس کے ہٹتے ہی میں اس کے زیادہ قریب ہو جاؤں گی وہ یقیناً شادی کے لیے تیار ہو جائے گا۔''

''ہمارے پاس کتنا وقت ہے؟''

''صرف ایک مہینہ ہے ٹھیک مہینے بعد کمال سوئٹزرلینڈ چلا جائے گا چاہے مشن کامیاب ہو یا نہ ہو وہ [illegible] سے سوئٹزرلینڈ میں بڑا

www.urdupalace.com

نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

"اور اگر مشن فیل ہو گیا تو؟"

"تو وہ یقیناً مجھے مار دے گا یا اگر رحم آ گیا تو کسی کو بیچ دے گا وہ ایسا ہی ہے۔"

"تو اس کو پھڑکا دیتے ہیں، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

"نہیں، اس معاملے میں ہمیں دیر ہو گئی ہے۔ یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا اب ہوا تو ایک تو سالار، کمال کی طرف سے مشکوک ہو جائے گا، دوسرا چچا کی موت کے بعد ذمے داریوں کا بوجھ اس پر بڑھ جائے گا اور وہ شادی کو یقینی طور پر ٹال دے گا اور یہ ہم افورڈ نہیں کر سکتے۔" وہ ہونٹ بھینچ کر بولی۔

"تو پھر ایکشن میں آنا ہی پڑے گا، میں حنا نامی ماڈل کو اغوا کر لیتا ہوں، باقی کا گیم تم کھیلو گی لیکن ذرا سنبھل کر، اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میرا کیا ہوگا، تم میرا سب کچھ ہو تمہارے بعد زندگی ختم۔" وہ افسردگی سے بولا۔ عفیفہ نے اس کے سینے میں خود کو چھپا لیا۔

☆☆☆

سالار نے حنا کو اپنی پروڈکٹ کے لیے ماڈلنگ کی آفر کی تو وہ انکار نہ کر سکی کیونکہ یہ منصوبے میں پہلے سے طے تھا کہ وہ اس کی ضرورت بن جائے گی۔ وہ باقاعدگی سے اس کے آفس بھی جاتی تھی۔ وہ خود بھی سالار کے قریب ہو رہی تھی تاکہ اس کی اصلیت سے آگاہ ہو سکے اور جتنا وہ اس کے قریب ہو رہی تھی اتنا ہی مشکوک ہو رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ اسے سیدھا سادہ سا بزنس مین لگتا اور کبھی عیار اور چالاک لگتا۔ وہ اسے اکثر مشکوک انداز میں فون پر کسی سے بات کرتا دیکھ چکی تھی۔ انکل طاہر کو اس نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی تو انہوں نے ایک سادہ لباس میں انٹیلی جنس کا بندہ اس کے ساتھ کر دیا تھا۔ وہ حنا کو سالار اور شجاع کی باہر کی سرگرمیوں کی رپورٹ دیتا تھا۔ ظاہری بات تھی یہ رپورٹ وہ طاہر انکل اور پولیس ڈیپارٹمنٹ کو بھی پہنچاتا تھا لیکن حنا کو اپ ڈیٹ کرنا اس لیے بھی ضروری تھا تاکہ اس کے گروپ کے لنکس ملنے لگے۔ حنا آج کل سالار کے ساتھ اس کے گھر بھی جانے لگی تھی تاکہ ان دونوں سے زیادہ سے زیادہ قریب رہ سکے۔ اس سارے چکر میں وہ سالار کے بھی حد درجہ نزدیک ہونے لگی تھی۔ وہ خود پر بمشکل قابو پاتی کیونکہ جب تک سالار والا معاملہ کلیئر نہیں ہو جاتا تھا، وہ اس سے زیادہ قربت بڑھا نہیں [illegible]

یہ بھی تھا کہ سالار پر اس کی اصلیت نہ کھلنے پاتی۔ اگر اسے علم ہو جاتا کہ وہ شجاع احمد کی اولاد ہے تو وہ اسے ختم کرنے میں ایک سیکنڈ بھی ضائع نہ کرتا۔ دولت اور وراثت میں طلبگار اور حق دار بڑھتے جائیں تو یہ مسلسل خطرے کی بات ہوئی ہے ابھی بھی وہ سالار کے دروازے سے چوروں کی طرح لگی کھڑی تھی۔ سالار اندر کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔

"اگر تم پکڑے گئے تو میں اس اسلحے کی پیٹیوں کے نیچے تمہیں دبا دوں گا۔" سالار کی آواز میں غصہ اور دھمکی دونوں تھے وہ ٹھٹک گئی اور دروازے سے مزید چپک گئی۔

"چچا کی نظروں میں آئے بغیر تم اسے غائب کرو گے۔" دوسری طرف سے بات سن کر اس نے رازداری سے کہا۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی، وہ یقیناً دوسری جانب موجود اپنے بندے کی بات سن رہا تھا۔ خاموشی مزید بڑھی تو وہ تیزی سے دروازے سے دور ہوئی اسی وقت دروازہ کھلا اور سالار باہر نکلا۔ اس کے اس طرح باہر آنے کی دو وجوہات ہو سکتی تھیں، حنا قدرے سہم گئی لیکن چہرے پر مسکان پھیلائے کھڑی رہی سالار کو غالباً شک ہوا تھا کہ دروازے پر کوئی ہے یا وہ عجلت میں باہر نکل رہا تھا۔ لیکن اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"کیا بات ہے یہاں کیوں کھڑی ہو؟"

"میں نے کافی تیار کی تھی تمہیں لینے آئی تھی۔" وہ بمشکل خود پر قابو پا کر بولی۔

"کافی کسی اور وقت، اس وقت مجھے کہیں جانا ہے۔" وہ عجلت میں کہہ کر اپنا کوٹ جو اس کے ہاتھ میں تھا پہنتے ہوئے جانے لگا۔

"ٹھیک ہے آج میں انکل کے ساتھ ہی ہوں شام کی چائے اکھٹے پئیں گے۔"

"اوکے۔" وہ چلتے چلتے مڑے بغیر بولا۔ وہ اس کے پیچھے گیٹ تک آئی جب وہ اپنے گارڈز کے قافلے کے ساتھ چلا گیا تو وہ شجاع احمد کے کمرے میں جانے کے بجائے سالار کے کمرے میں آ گئی۔ اگلا آدھا گھنٹا وہ اس کے کمرے کی تلاشی لیتی رہی لیکن اسے کوئی بھی مشکوک چیز نظر نہ آئی۔ اس نے کمرا چھوڑ دیا۔ انٹیلی جنس کے بندے کو وہ کمرے میں آتے ہی سالار کے بارے میں انفارم کر چکی تھی۔ اب اس کا رخ شجاع احمد کے کمرے کی طرف تھا۔ جب انسان چیزوں کو مشکوک نظروں سے دیکھنا شروع کرتا ہے تو ہر چیز پر شک ہونے لگتا ہے، اسے اس گھر میں ڈر لگنے [illegible] اس کے باپ کا گھر لیکن وہ

www.urdupalace.com

یہاں نہیں رہ سکتی تھی۔ جہاں انسان رہتا نہ ہو اس جگہ سے اپنائیت محسوس نہیں ہوتی۔ شجاع احمد کے دروازے پر اپنا ہاتھ رکھ کر وہ سوچ میں ڈوب گئی۔ باپ کا دروازہ وہ اچھی نیت سے نہیں کھول رہی تھی کیونکہ باپ کی نیت بھی اچھی نہیں تھی، وہ باپ کو قانون کے شکنجے میں پھانسنے جا رہی تھی لیکن اپنے بڑھتے ہر قدم میں باپ کے لیے دل میں نرم گوشہ بھی محسوس کرنے لگی تھی۔ وہ تب سے باپ تھا جب اس نے دنیا میں آنکھ کھولی تھی اور اس سے بھی نو مہینے پہلے وہ اس کا باپ ہی تھا لیکن اس نے اس باپ کو کبھی محسوس نہیں کیا تھا، بچے اسکول اکثر باپ کے ساتھ آتے تھے اور وہ ماں کے ساتھ آتی تھی۔ کہتے ہیں باپ بیٹیوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں لیکن اس کے باپ نے سارا پیار لے پالک بیٹے کو دے دیا۔ اس باپ کو وہ کبھی بابا نہیں کہنا چاہتی تھی لیکن اب ایسا کہنے کو دل چاہتا تھا۔ پہلے وہ اسے خود سزا دینا چاہتی تھی دوری بڑھا کے لیکن اب یہ دوری حالات بڑھانے والے تھے شاید اسی لیے وہ اپنے دل میں شجاع احمد کے لیے نرم گوشہ محسوس کرنے لگی تھی۔ باپ برسوں بعد ملا تھا۔ وہ ٹھیک سے دل بھر کے گلے بھی نہیں ملی تھی کہ اسے چھیننے والے آ گئے۔ ہلکی آہٹ کے ساتھ ہاتھ کے دباؤ سے دروازہ کھلتا چلا گیا۔ آتش دان کے قریب رائٹنگ ٹیبل پر بیٹھا اس کا باپ ایک پیپر پر کچھ لکھ رہا تھا۔ اس پر نظر پڑی تو مسکراہٹ چہرے پر پھیل گئی۔ وہ اسے بابا کہنا چاہتی تھی لیکن آواز حلق میں اٹک گئی۔

''آؤ بیٹی۔'' اس نے قریب پڑی چیئر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی اور اسے غور سے دیکھنے لگی۔ وہ ایک وجیہہ بزنس مین تھا۔ کنپٹیوں کے سفید بال اس کے گریس میں کئی گنا اضافہ کرتے تھے۔ سرخ و سفید رنگت اور اوپر سے بلیک کلر کے کڑھائی والے کرتے شلوار میں وہ شاندار تھا ہمیشہ کی طرح۔

''کیسی ہے میری پرنسز؟'' لہجے میں مٹھاس تھی۔ اس وقت وہ صرف ایک باپ تھا اور وہ اس کی پرنسز بیٹی۔

''جیسی برسوں پہلے تھی ویسی ہی ہوں۔'' چاہتے ہوئے بھی وہ لہجے کو نرم نہ رکھ پائی۔

''میں مجرم ہوں تمہارا، تمہارا رویہ ایسے ہی ہونا چاہیے۔''

''کیا صرف میرے مجرم ہیں؟'' آواز میں ان لاکھوں انسانوں کی آہوں جیسا کرب تھا جو اس کے امپورٹ کیے اسلحے کا ایندھن بنے تھے۔ [illegible] کمال نے مجھ سے

کیسے محسوس کر سکتا تھا۔ لاکھوں بے گناہوں کی آہ و بکا اس نے سنی ہی کب تھی۔ وہ ٹی وی پر خبروں کے چینل دیکھتا تھا لیکن صرف ہیڈ لائنز سننے کے لیے۔ ہیڈ لائنز میں تفصیل نہیں ہوتی اسی طرح درد بھی تب ہی محسوس ہوتا ہے جب اسے گہرائی میں جانا جائے۔ وہ درد کی گہرائی ناپنے سے قاصر تھا کیونکہ اسے آج تک یہ سہنا نہیں پڑا تھا۔ وہ ایک سطحی شخص تھا جو انسانوں کے دماغوں کی تہوں کو کھولنے میں تو دلچسپی رکھتا تھا لیکن دل کو بس ایک ناکارہ پرزہ سمجھتا تھا۔ بیٹی کے لیے نہ جانے اس کے دل میں کتنی محبت تھی لیکن فی الوقت وہ اس کا اہم ہتھیار تھی۔ جو بروقت اسے ملا تھا۔ بازی جو بس پلٹنے ہی والی تھی، اس بیٹی نے آ کر سنبھالا دیا۔ وہ خود کو پھر سے طاقتور شے سمجھنے لگا۔ نئی چالیں چلنے کے لیے چاق و چوبند ہو گیا۔

''سالار کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟'' اسے افسردہ دیکھ کر اس نے ٹاپک بدلا۔

''وہ مجھے پسند کرنے لگا ہے لیکن عفیفہ سے ملنا ابھی ترک نہیں کیا۔'' وہ خود کار انداز میں بولنے لگی۔ عفیفہ کے متعلق اسے مکمل بریف کیا گیا تھا۔ اس کا رول بھی یہی تھا، وہ سالار کے اتنا قریب ہو جاتی کہ سالار، عفیفہ سے شادی کا ارادہ ترک کر دیتا۔

''وہ لڑکی کمال کی بیٹی ہے۔ وہ شیطان اسے جان بوجھ کر سالار کے قریب لایا ہے تا کہ وہ اس سے شادی کر لے۔''

''تو شادی میں کیا پرابلم ہے؟'' حنا نے اسے کریدا۔

''شادی ہوتے ہی اسے اپنے شیئرز مل جائیں گے اور کمال، عفیفہ کے ذریعے اس سے یہ سب ہتھیا لے گا۔''

''آپ کا خیال ہے سالار اتنا بے وقوف ہے کہ یہ سب آسانی سے ہونے دے گا؟''

''خطرہ یہ نہیں ہے کہ وہ بے وقوف ہے۔ خطرہ یہ ہے کہ وہ بے وقوف نہیں۔'' شجاع احمد سنجیدگی سے گویا ہوا حنا نے وضاحت طلب نظروں سے اسے دیکھا۔ ''وہ کبھی بھی بے وقوف نہیں رہا شروع سے ہی وہ اپنی غلطیوں سے سیکھتا آیا ہے۔ اس نے ایک غلطی کو کبھی نہیں دہرایا اب دہرا رہا ہے اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں یا تو وہ میرے خلاف ہو چکا ہے کچھ الگ سے پلان کرنے کی سوچ رہا ہے یا اسے مجھ سے شدید بدظن کر دیا گیا ہے دونوں ہی صورتوں میں حالات خراب ہونے کے شدید چانسز ہیں، میرے خلاف [illegible]

www.urdupalace.com

بدظن کیا ہے آج کل میری آنکھوں میں دیکھ کر بات بھی نہیں کرتا کہ کہیں میں اس کی سوچ نہ پڑھ لوں۔"

"یعنی ماضی میں آپ اس کی ذات سے وابستہ کچھ نہ کچھ ایسا کر چکے ہیں جس کا علم کمال کو تو تھا لیکن جب سالار کو ہوا تو اسے دکھ ہوا...... اتنا دکھ کہ وہ آپ سے دور جا رہا ہے۔" حنا بولی تو شجاع نے نظریں پیپر پر جمالیں۔ بچے جوان ہو چکے تھے چہرے سے دل کا حال جاننے لگے تھے۔ وہ اپنی بیٹی کی رفتار سے چونک گیا اگر وہ اسی طرح آگے بڑھتی رہی تو بہت کچھ بے نقاب ہو سکتا تھا۔ وہ سالوں بعد ملی تھی، وہ اسے مزید کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔ ایسا ہر بزنس مین کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کی دولت و جائداد کا وارث اس کا اپنا خون ہونا چاہیے۔ اس نے بھی برسوں کی محنت سے یہ دولت اس لیے نہیں اکٹھی کی تھی کہ کمال جیسا دشمن آئے اور اسے چھین لے۔ وہ پلان کر چکا تھا کہ سالار اس کام سے باز آجائے تو وہ اس کی شادی اپنی بیٹی سے کر دے گا ورنہ اسے ختم کر دے گا۔ وہ دشمن سے ہار کھانے سے بہتر مر جانا سمجھتا تھا۔

"ماضی میں ایسا کچھ نہیں ہوا جس سے سالار کو دکھ پہنچے۔"

"ہو سکتا ہے کچھ ایسا ہوا ہو جو آپ نے سالار کی بہتری کے لیے پوشیدہ رکھا ہو لیکن..." باپ کی بے چینی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ حنا سے اس موضوع پر مزید بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ بات بدل رہا تھا مطلب دال میں کافی کچھ کالا تھا۔

"اماں کو آپ بھول چکے تھے نا۔" وہ اسے ابھی چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ "آپ سے ملنے نہ آتیں تو آپ کو ہماری یاد بھی نہ آتی۔"

"نہیں ایسا نہیں ہے، میں نے ریشم کے جانے کے کچھ عرصے بعد اسے بہت ڈھونڈا لیکن وہ ملی نہیں۔"

"آپ جیسی بااثر شخصیت ایسا کہہ رہی ہے؟"

"کبھی سامنے پڑی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ میں سمجھتا تھا وہ اس شہر کو چھوڑ چکی ہے، ہاں واقعی اگر وہ خود سامنے نہ آتی تو شاید میں اپنی اولاد سے دور ہی رہتا۔"

"بہت اچھے وقت پر میری آپ سے ملاقات ہوئی ہے، ایسا نہیں ہے کیا؟" وہ بلا جھجک اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"

"جنید بھائی کا [illegible]

گئی۔" اس نے اپنے معذور بھائی کا نام لے کر پوچھا۔

"بہت مرتبہ یہ کوشش کی امریکا بھی لے کر گیا لیکن کچھ خاص فرق نہیں پڑا۔"

"آپ مجھ سے وہ سب کچھ شیئر کر سکتے ہیں جو آپ سمجھتے ہیں کہ مجھے جاننا چاہیے آپ کے بارے میں۔" اچانک سوال پر وہ چونک گیا۔

"لگتا ہے تم میرے بارے میں مشکوک ہو، کسی نے تمہارے کان بھرے ہیں۔"

"ایسا کون ہے جو میرے کان بھر سکتا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"سالار تو کبھی نہیں ہو سکتا۔"

"سالار پر اتنا یقین ہے آپ کو؟"

"یہ میری تم پر اعتماد کی بات ہے۔" وہ بھی مسکرایا۔ وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

"جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے مجھے آپ کے پاس آئے اور آپ کو مجھ پر اعتماد ہے۔"

"میری اولاد مجھے دھوکا نہیں دے سکتی، تم سالار سے میرے حوالے سے کوئی بات نہیں کرو گی، یہ میں جانتا ہوں آج کل تو بالکل نہیں۔"

"آپ کو پتا ہے آپ بڑے اعتماد سے جھوٹ بولتے ہیں، اتنا اعتماد ایک دم سے نہیں آتا برسوں لگتے ہیں یعنی کچھ ایسا ہے جو برسوں سے چھپاتے آرہے ہیں جو سالار کو بھی پتا نہیں تھا لیکن اب پتا چل گیا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ بری طرح چونکا۔ "تم مجھے یعنی اپنے باپ کو جھوٹا کہہ رہی ہو؟"

"میں تو صرف نتیجہ نکال رہی ہوں سالار کی آپ سے ناراضی کا۔"

"تم ابھی اس عمر کو نہیں پہنچیں کہ اس طرح کے نتیجے نکالو۔" وہ غصے سے بولا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرا ارادہ تھا شام تک آپ کے ساتھ رہوں لیکن ہم شاید زیادہ دیر اکٹھے نہیں بیٹھ سکتے، چلتی ہوں۔" وہ کہہ کر رکی نہیں جبکہ شجاع احمد پُرسوچ نظروں سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔ اور پھر موبائل نکال کر اپنے ایک ملازم کو کال کی۔

"جاوید مجھے حنا کے ہر پل کی خبر دو، کہاں کہاں جاتی ہے اور کس کس سے ملتی ہے۔"

"جی سر۔" جاوید نے مستعدی سے کہا۔ موبائل آف کر کے شجاع نے ٹیبل پر رکھا اور خود اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ وہ سوچ [illegible] تک دو اہم چیزیں چھپائی

www.urdupalace.com

تھیں۔ اس کے والدین کا قتل اور ناجائز اسلحے کا کاروبار۔ ان میں سے ایسی کون سی چیز تھی جس کا کمال کو علم ہو سکتا ہے اور اس نے یقیناً سالار کو بھی بتادیا۔ یہ بات تو سو فیصد پکی تھی کہ اسے بھٹکانے والا کمال ہی تھا لیکن اگر کمال ان دونوں میں سے ایک بھی بات جانتا تھا تو پھر وہ ابھی تک خاموش کیوں تھا۔ وہ ان دونوں باتوں کو لے کر اسے آسانی سے بلیک میل کر سکتا تھا۔ اگر وہ یہ کام سالار کے پیچھے رہ کر کر رہا ہے تو لازماً کوئی وجہ ہو گی اس کے چھپنے کی۔ اب یہ وجہ جاننا ضروری ہو گیا تھا۔ اگر اس سارے کھیل کے پیچھے وہی تھا تو اب اسے کوئی بڑی پناہ گاہ ڈھونڈنے کی ضرورت تھی شجاع اسے چھوڑنے والا نہیں تھا۔ چھپنے چھپانے والے کھیل سے اسے اب بوریت ہونے لگی تھی۔ دشمن کھل کر سامنے نہ آئے تو بل سے نکالنا ہی پڑتا ہے۔

☆☆☆

''کیا بات ہے فیصل کوئی ایمرجنسی ہو گئی ہے؟''

فیصل نے رات کو مسڈ کال دی تھی۔ عفیفہ نے جیمر آن کیا۔ فیصل مقررہ وقت پر کمرے میں آیا تو عفیفہ نے گلے لگتے ہی سوال کیا۔

''حنا کو اغوا کرنا آسان نہیں ہے۔ وہ اکیلی نہیں رہتی یوسف مرزا نامی بزنس مین کی بیٹی ہے یوسف مرزا اور شجاع کے تعلقات بہت قریبی ہیں۔''

''تو وہ ماڈل نہیں ہے۔''

''نہیں صرف سالار کے لیے ماڈلنگ کی ہے، حیرت ہے سالار نے یہ سب تمہیں خود سے نہیں بتایا۔''

''کیا ارادے ہیں اس لڑکی کے؟'' عفیفہ نے جیسے خود سے سوال کیا۔

''مرزا کی بیٹی ہے کاروبار میں لانا چاہ رہا ہے۔ آج کل سالار اسے بزنس سکھا رہا ہے۔''

''یہ چال ہے شجاع احمد کی...... اسی نے مرزا کو کہا ہو گا کہ حنا اور سالار کو ایک دوسرے کے قریب کرو، حیرت کی بات ہے یہ سالار کو سمجھ نہیں آیا۔'' وہ کمرے میں ٹہلنے لگی۔

''وہ چالاک انسان ان دونوں کو ایک دوسرے سے اس لیے قریب کرنا چاہتا ہے تاکہ سالار کی توجہ مجھ سے ہٹ سکے اور ہمارے درمیان نہ ڈیل ہو سکے نہ شادی۔''

''تو پھر کیا کہتی ہو؟''

''فوراً سے پیشتر اس اسٹوپڈ لڑکی کو غائب کرو جب مقصد پورا ہو جائے تب مار کے کہیں پھینک دینا۔'' وہ سرد لہجے میں بولی۔

''چار، چار سیکیورٹی گارڈز ہیں اس کے۔''

''یہ اب تمہارا کام ہے ان سے کیسے نمٹو گے؟'' عفیفہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''ٹھیک ہے، میں پوری کوشش کروں گا۔''

''ہمارے پاس چونکہ وقت کم ہے کسی بھی وقت ایمرجنسی پیش آسکتی ہے اس لیے میں روزانہ اس وقت جیمر آن کر دیا کروں گی تمہیں کوئی کام ہو تو آجایا کرنا۔''

''تھینکس سوئٹ ہارٹ، لویو۔''

☆☆☆

''مجھے آج شجاع احمد نے ایک جگہ ملنے کے لیے بلایا ہے۔'' صبح ناشتے کی ٹیبل پر کمال نے انکشاف کیا تو عفیفہ چونک گئی۔

''کس سلسلے میں ہو گی یہ ملاقات؟''

''کیا کہہ سکتا ہوں، ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہے وہ، ہو سکتا ہے بھتیجے نے مجبور کر دیا ہو اور تم دونوں کی شادی پر تیار ہو گیا ہو۔'' کمال توس پر جیم لگاتے ہوئے بولا۔

''ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو۔''

''کیا مطلب؟''

''حنا نامی لڑکی کا ذکر کیا تھا نا میں نے آپ سے۔''

''ہاں تو؟''

''وہ یوسف مرزا کی بیٹی ہے اور سالار آج کل اسے بزنس سکھا رہا ہے تاکہ باپ کا کاروبار سنبھال سکے۔''

''لیکن مرزا کی تو کوئی بیٹی نہیں ہے۔''

''آپ کو کیسے علم ہوا؟'' چونکنا یقینی تھا۔

''میں بھی اسی دنیا میں پلا بڑھا ہوں۔ بزنس کیا ہے، کس کے کتنے بچے ہیں، جانتا ہوں۔''

''مطلب کوئی بڑی چال چلی جا رہی ہے، مرزا صاحب بھی کوئی گیم کھیل رہے ہیں۔''

''تو پھر آج ہی سالار سے بھی اور مرزا سے بھی ملو۔''

''ٹھیک ہے میں یہ معاملہ کلیئر کر کے ہی لوٹوں گی۔''

☆☆☆

''حیرت ہے آج صبح ہی صبح میرے آفس میں۔'' عفیفہ کو آفس میں دیکھ کر سالار خوش دلی سے بولا۔ ''ہاں سوچا تمہیں اپنا چہرہ یاد دلا دوں۔'' وہ مسکرا کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ کچھ دیر اور اِدھر اُدھر کی ہلکی پھلکی باتوں کے بعد وہ اپنے مقصد پر آگئی۔

''تم نے بتایا نہیں، حنا یوسف مرزا کی بیٹی ہے۔''

www.urdupalace.com

''اس سلسلے میں کبھی بات نہیں ہوئی تم سے ورنہ ضرور بتاتا۔''

''صحیح کہا تم نے بہت مصروف رہتے ہو، صبح سے شام ہونے تک۔'' لہجے میں شکوہ تھا۔

''واقعی آج کل بہت مصروفیت چل رہی ہے۔'' وہ ایک بند پرچہ لیٹر پیڈ کے نیچے رکھ کر بولا۔ یہ عفیفہ کے لیے تھا کیونکہ وہ اسے پہلے ہی بتا چکی تھی کہ ان دونوں کی گفتگو سنی جاتی ہے۔

''اسی لیے تمہارے کان بہت سی اہم باتوں سے محروم رہتے ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''حنا مرزا نامی لڑکی شجاع احمد کا تیار کردہ جال ہے تمہارے لیے۔'' اس نے اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ ''وہ نہیں چاہتے کہ تمہاری اور میری شادی ہو اسی لیے انہوں نے اس لڑکی کو تیار کر کے تمہیں پھانسنے کے لیے بھیجا، تم سے بزنس سیکھنا صرف ایک بہانہ ہے تمہارے پاس آنے کا۔''

''یہ الزام بھی ہو سکتا ہے حنا پر کیونکہ وہ بڑی دلجمعی سے بزنس سیکھ رہی ہے اور اس کی پروگریس بہت تیز ہے اگر مقصد میرے ہی گرد گھومنا ہوتا تو وہ یہاں بیٹھی ہوتی اس وقت تمہاری جگہ پر، لیکن وہ مینجمنٹ آفس میں ہے۔''

''میرے پاس ثبوت ہے۔''

''کیسا ثبوت؟''

''یوسف مرزا کی کوئی اولاد ہی نہیں ہے۔'' اس نے انکشاف کیا۔ سالار نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

''پہلے میں بھی یہی سمجھتا تھا۔'' وہ بولا اور پھر اسے اپنی اور یوسف مرزا سے ہونے والی بحث سنائی۔ جواب میں عفیفہ چپ رہی۔ وہ کمال کا رسپانس سن کر بولنا چاہتی تھی لیکن وہ بھی شاید سوچ بچار میں پڑ گیا تھا۔

''ہونہہ، تمہاری بات غور طلب ہے لیکن میں پھر بھی کہوں گی کہ آنکھیں بند کر کے کسی بھی بات پر یقین مت کرو۔''

''آنکھیں بند کر کے یقین تو میں تم پر بھی کر رہا ہوں تو کیا یہ غلط ہے۔''

''میرے بارے میں کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے اور نہ میں چھپاتی ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی اسی وقت دروازہ کھلا اور حنا اندر آئی۔ اسے دیکھ کر عفیفہ بری طرح چونکی وہ بغیر دستک کے آئی تھی یعنی [illegible] چکی تھی۔

''ہائے عفیفہ ڈیئر۔'' حنا مسکرا کر ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ جواباً اس نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

''تم سے ملاقات سالار کی موجودگی میں ہی ہوتی ہے آؤ نا کبھی گھر پر بھی ملاقات کرتے ہیں۔ آخر سالار سے شادی کرنے جا رہی ہو تم، لیکن ہم ایک دوسرے کو زیادہ نہیں جانتے۔''

''ابھی ابھی سالار سے علم ہوا تم انکل یوسف مرزا کی بیٹی ہو، جان کر خوشی ہوئی، جہاں تک ملاقات کا تعلق ہے تو یقیناً جلد ہی ہوگی۔''

''میں چلتی ہوں بس سالار کو بائے کہنے آئی تھی۔''

''میں بھی جا ہی رہی ہوں، اکٹھے ہی نکلتے ہیں۔'' عفیفہ نے اٹھتے ہوئے تیزی سے پرچہ پیڈ کے نیچے سے نکال کر کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ حنا کی تیز نظروں سے پرچہ اوجھل نہ ہو سکا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتی گاڑی تک آئیں۔

''ایسا لگتا ہے تمہیں کہیں پہلے بھی دیکھا ہے۔'' عفیفہ گاڑی کے قریب پہنچ کر بولی۔

''لیکن مجھے نہیں لگتا، ہو سکتا ہے میری شکل کسی سے ملتی ہو۔'' وہ مسکرا کر الگ ہو گئی عفیفہ اسے گاڑی میں بیٹھنے تک دیکھتی رہی۔ اپنے گارڈز کے ساتھ بیٹھ کر وہ اسے ہاتھ ہلاتے ہوئے سامنے سے گزر گئی۔ عفیفہ بھی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی اور چل پڑا۔ عفیفہ کے کانوں میں کمال کی آواز گونجنے لگی۔

''مجھے بھی یہ لڑکی دیکھی دیکھی لگتی ہے لیکن کہاں یاد نہیں آ رہا۔''

''چار چار گارڈز رہتے ہیں اس کے ساتھ مجھے تو بہت مشکوک لگ رہا ہے یہ سب کچھ۔''

''سارے شکوک دور کر لیں گے جلد ملتے ہیں اس حسینہ سے۔'' کمال کے لہجے کا سرد پن عفیفہ سے چھپا نہ رہ سکا۔ وہ جانتی تھی جلد ہی وہ اسے غائب کروا لے گا۔ وہ زیادہ دیر صبر کرنے والوں میں سے نہیں تھا لیکن عفیفہ کے ذہن میں کچھ اور ہی کھٹک رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ فیصل اسے کمال سے پہلے اٹھوا لے۔ اس لڑکی کے ساتھ یقیناً کچھ ایسا راز ہے جسے جاننا اس کے لیے ضروری بھی ہو سکتا تھا۔ اچانک عفیفہ کا دھیان اپنی جیب میں موجود پرچے کی طرف گیا۔ کیمرے کی رینج سے باہر رکھ کر وہ اسے بہ آسانی پڑھ سکتی تھی اسی لیے [illegible] ڈالا تو پرچے کو غائب پایا....

www.urdupalace.com

غیرارادی طور پر اس نے دوسری جیب میں بھی ہاتھ ڈالا اور اب اس کا چہرہ فق ہوگیا۔ پرچہ غائب تھا۔ وہ بے ساختہ حنا کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوگئی۔

☆☆☆

برسوں پرانے دو دشمن پھر سے آمنے سامنے تھے۔ دشمنی وہ رشتہ ہے جو دو افراد کو نہ چاہتے ہوئے بھی رابطے میں رکھتا ہے دشمنی برقرار رکھنی ہو تو دشمن کے پل، پل کی خبر رکھنا پڑتی ہے ورنہ دشمن سبقت لے جاتا ہے۔ وہ دونوں بھی... برسوں سے یہی تعلق قائم کیے ہوئے تھے لوگوں کو دکھانے کے لیے دوستوں کی طرح گلے ملے اور پھر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ یہ ایک مشہور سیون اسٹار ہوٹل کا ٹیرس تھا جہاں بیٹھے وہ اردگرد پر نظر رکھ سکتے تھے۔ دونوں کے گارڈز مناسب فاصلہ رکھے مستعد کھڑے تھے۔ ایک اشارے کے منتظر ان کے ہاتھ اپنی رائفلوں پر جمے ہوئے تھے۔

''ہونہہ تو بھتیجے کو قابو کرنے کے لیے مرزا سے مدد مانگی ہے۔'' کمال نے ٹیبل سے کچھ بھی لے کر نہیں کھایا تھا، اس کے بغیر ہی گفتگو شروع کی جبکہ شجاع نے اپنی مرضی کا ڈرنک تیار کیا اور سپ لینے لگا اسے اس سے غرض بھی نہیں تھی کہ کمال کچھ کھائے۔

''پرانے دوست اور پرانے دشمن نظر میں رکھنے چاہئیں۔'' وہ بھویں اچکا کر بولا۔

''کس لیے بلایا ہے۔'' کمال مطلب کی بات پر آیا۔

''سارے شہر کی لڑکیاں چکھ چکے ہو میں یہ کیسے مان لو کہ اپنی سوتیلی بیٹی کو تم نے چھوا بھی نہیں ہو۔''

''اس بکواس پر سالار تو یقین نہیں کرے گا۔ عفیفہ عنقریب تمہاری بہو بن رہی ہے، روک سکتے ہو تو روک لو۔'' کمال طنزیہ ہنستے ہوئے بولا۔ تو شجاع نے ایک تصویر اس کے سامنے پھینکی۔ کمال نے اسے اٹھایا تو بری طرح اچھلا۔ یہ ایک پرانی تصویر تھی جس میں عفیفہ اور وہ بغیر لباس کے ہم آغوش تھے۔ کمال نے دماغ پر زور ڈالا تو اسے یاد آ گیا یہ چار سال پہلے کی تصویر تھی جب وہ اور عفیفہ ایک ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔ وہ کام کے سلسلے میں عفیفہ کو لے کر دوسرے شہر گیا تھا اور فراغت پر انہوں نے اچھا ٹائم گزارا۔ لیکن یہ تصویر کس نے اتاری ایسی جرأت کون کر سکتا تھا یہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس نے تصویر کو فوراً ہی پھاڑ دیا۔ شجاع کے ہونٹوں پر خفیف مسکراہٹ امڈ آئی۔

''پریشان مت ہو یہ تصو [illegible] سے [illegible] گئی [illegible]

ویڈیو سے جس میں تمہاری اور عفیفہ کی کہانی عیاں ہوتی ہے، ساری دنیا کے سامنے بیٹی اور کمرے میں...... ہاہاہا۔'' شجاع کا قہقہہ رکنے والا نہیں تھا۔ ''بڑی مشکل سے حاصل کی ہے۔''

''کیا چاہتے ہو؟'' کمال نے بمشکل خود پر قابو پایا۔ سارا گیم ہی الٹ چکا تھا۔ شجاع پکے ثبوت کے ساتھ سامنے بیٹھا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ بازی آج بھی اسی کے ہاتھ میں ہے ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ اسے نیچا دکھا رہا تھا۔

''تم جیسے بلیک میلر کو بلیک میل تو کروں گا نہیں بس دفع ہو جاؤ یہاں سے اور اپنی اس محبوبہ کو بھی لے جاؤ اگلے بارہ گھنٹے کے اندر میں تمہارا وجود اس شہر میں نہ دیکھوں ورنہ سالار کے ساتھ، ساتھ یہ تصویر...... نہیں ویڈیو کسی بھی نیوز چینل کو دے دوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' کمال ایک دم سے اٹھا، جیسے مزید بیٹھا تو کرنٹ لگ جائے گا۔ ''میں ہارا تم جیتے...... میں بارہ نہیں چوبیس گھنٹے کے اندر، اندر یہ شہر چھوڑ دوں گا۔'' کمال کہہ کر رکا نہیں اور شجاع نے سکون کی سانس لی۔

☆☆☆

حنا نے اپنے کمرے میں آتے ہی عفیفہ کی جیب سے اڑایا ہوا پرچہ کھولا اور پڑھنے لگی۔ پرچے کی تحریر کچھ یوں تھی۔

''عفیفہ میں نے بہت سوچا ہے اور تمہیں ساتھ ملانے پر راضی ہو گیا ہوں، جانتا ہوں تمہارے پاس وقت کم ہے۔ کمال جلد ہی سوئٹزرلینڈ جا رہا ہے اور تم اس کے جانے سے پہلے اپنی جائداد واپس لینا چاہتی ہو لیکن میں خود بری طرح ایک کام میں پھنسا ہوا ہوں۔ ناجائز اسلحے والے کام کا تو تمہیں علم ہی ہے شجاع کے گرد جو جال بُن چکا ہوں اس کی ڈوری کو بس کھینچنے والا ہوں۔ اس کے گروہ کے تقریباً سبھی لوگوں تک رسائی ہو چکی ہے۔ اس دھندے میں جتنے بھی ملوث ہیں سب کو اس کے خلاف بھڑکا چکا ہوں، بھڑکانے کے لیے ایک لفظ غدار ہی کافی تھا آج یا کل اس کا انجام دیکھ کر تمہارے سوتیلے باپ سے بھی دو، دو ہاتھ کرتے ہیں بس تھوڑا انتظار اور کرو۔ کھل کر سمجھا نہیں سکتا جانتا ہوں تمہارے ذریعے کمال ہماری گفتگو سنتا ہے اسی لیے پرچہ چھپا دوں گا۔''

حنا نے تحریر دوبارہ پڑھی اور پھرتی سے کھڑی ہوئی، [illegible] جیکٹ اٹھا کر باہر نکل

www.urdupalace.com

آئی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ طاہر صاحب کو تحریر دے کر ان سے اجازت لے کر آ گئی۔ تحریر کے حوالے سے جو بھی اقدامات کرنے تھے، وہ طاہر اور ایس ایس پی کا دردِ سر تھا۔ اس کا رخ ایک شاپنگ پلازا کی طرف تھا۔ شام کو سالار کی برتھ ڈے تھی اور وہ اسے وش کرنا چاہتی تھی۔ وہ سالار کے لیے ایک اچھی سی شرٹ پسند کر رہی تھی جب اسے اپنی پسلیوں میں چبھن محسوس ہوئی۔

''ہلنا مت اور جہاں میں کہوں خاموشی سے چلنا ورنہ ساری گولیاں تمہارے خوب صورت وجود میں اتار دوں گا۔'' یہ فیصل تھا جو پستول کی نال اس سے لگائے کھڑا تھا۔

''مارنا چاہتے ہو یا کڈنیپر ہو؟'' وہ ڈرے بغیر بولی لیکن اس کے قدم اُدھر ہی اٹھ رہے تھے جہاں پستول والا اسے چلنے کو کہہ رہا تھا۔ وہ پلازا کی بیک سائڈ سے نکل کر ایک گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ حنا کے گارڈز دوسرے دروازے پر تھے جب تک انہیں حنا کے غائب ہونے کا علم ہوتا وہ اس جگہ سے دور جا چکی ہوتی۔ گاڑی میں آتے ہی پستول والے نے اس کی کنپٹی پر وار کیا، وہ لڑھک گئی۔ فیصل اسے اپنے گھر لے آیا، اس کی والدہ کچھ دنوں کے لیے کسی عزیز کے پاس گئی تھیں اس لیے فیصل کو اسے کچھ دن یہاں رکھنے میں کوئی مسئلہ درپیش نہیں تھا۔

حنا کی جب آنکھ کھلی تو خود کو ایک کرسی پر بندھا ہوا پایا۔ یہ درمیانے درجے کا سجا ہوا بیڈ روم تھا اس کے سامنے ایک ٹیبل پر بالترتیب چھریاں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ سب یقیناً اسے ڈرانے کی نیت سے رکھی گئی تھیں۔

''کوئی ہے یہاں۔'' اس نے اونچی آواز میں صدا لگائی، آواز دینے پر کوئی ری ایکشن نہ ہوا تو اس نے اپنی بندشوں کو ہلا جلا کر ان کی مضبوطی کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ بندش مضبوط نہیں تھی لیکن کچھ زیادہ ڈھیلی بھی نہیں تھی۔ اسے آزاد ہونے کے لیے کافی محنت کرنا پڑتی۔ اگر وہ کرسی سے بندھی نہ ہوتی تو اپنے بازوؤں کو پاؤں کے نیچے سے گزار کر سامنے لے آتی اور پھر خود کو آزاد کرنا زیادہ آسان ہوتا۔ اب جب تک پیچھے بندھے ہاتھ آزاد نہ ہوتے وہ خود کو کرسی سے الگ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ابھی تک حواس برقرار رکھے ہوئے تھی اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اس سچویشن میں یقیناً گھبرا جاتی لیکن وہ مضبوط اعصاب کی مالک تھی اس حالت سے سمجھوتا کرنے والی نہیں تھی۔ اس نے دوبارہ آواز دی تا کہ گھر میں کسی کی بھی موجودگی کا پتا چل جائے اس... مرتبہ امید بر آئی ہلکی سی آواز [illegible]

والا شخص اس کے سامنے آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں جوس سے بھرا گلاس تھا، جس میں اسٹرا ڈال کر اس نے اس کے منہ کے سامنے کیا۔

''ابھی تمہیں کچھ دن یہاں میرے ساتھ ہی رہنا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں تم اپنی توانائی برقرار رکھو۔'' سانولے چہرے اور عام سے نقوش والا آدمی چہرے سے زیادہ کرخت نہیں لگ رہا تھا۔ اس کا اعتماد قدرے بحال ہوا اور خاموشی سے جوس پینے لگی۔

''مجھے بھوک بھی لگی ہے۔ میں نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔'' جوس پینے کے بعد بھی اسے بھوک محسوس ہوئی تو دھڑلے سے بولی۔

''کھانا ضرور ملے گا لیکن اس سے پہلے کچھ سوالوں کے جواب۔'' وہ گلاس ٹیبل پر رکھ کر اطمینان سے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''دوں گی، سبھی سوالوں کے جواب لیکن اسے ہٹاؤ۔'' اشارہ ٹیبل پر رکھے لوازمات کی جانب تھا۔

''یہ تب تک یہیں ہیں جب تک میری تسلی نہیں ہو جاتی۔''

''تو ٹھیک ہے اپنی تسلی کر لو۔'' وہ بھویں اچکا کر آرام سے بولی۔

''کون ہو تم؟''

''پہلے تم اپنا تعارف کرواؤ۔''

''زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔'' اس مرتبہ فیصل نے کرخت لہجے میں کہا۔

''میں یوسف مرزا کی بیٹی ہوں۔''

''جھوٹ۔''

''تو پھر تم ہی بتا دو سچ کیا ہے۔''

''مرزا کی کبھی کوئی اولاد نہیں تھی۔''

''تم کیا گائناکالوجسٹ تھے۔'' اس کے بولتے ہی اس کے چہرے پر زور کا طمانچہ رسید ہوا۔

''جتنے جھوٹ، اتنے تھپڑ۔''

''شرم کرو لڑکی پر ہاتھ اٹھاتے ہو؟''

''میں تم سے یہاں شرم و حیا پر لیکچر سننے نہیں آیا نہ میرے پاس زیادہ وقت ہے۔'' وہ ایک چھری منتخب کر کے اسے اٹھا کر پاس آ گیا، وہ سہم گئی۔

''او کے رکو بتاتی ہوں۔'' چھری کی ہیبت ہی ایسی تھی [illegible]

www.urdupalace.com

''تم شکل سے مہذب انسان لگتے ہو یہ چاقو چھری والا گیم ختم کرو اپنی ڈیمانڈ بتاؤ کتنے پیسے چاہئیں میں فوراً تمہیں دلوادوں گی۔''

''تم ایسے نہیں مانوگی۔'' وہ چھری اس کے چہرے کے قریب لایا۔ ''مجھے بس یہ کرنا ہے کہ تمہارے اس خوب صورت چہرے پر اتنے کٹ لگاؤں کہ تمہاری پہچان ختم ہو جائے تو پھر میں شروع کرتا ہوں۔''

''نہیں۔'' وہ زور سے چیخی۔ ''میں بریگیڈیئر طاہر کی بیٹی ہوں۔''

''کون طاہر؟''

''وہ ریٹائرڈ بریگیڈیئر ہیں مجھے نوکری کی ضرورت تھی یوسف مرزا نے کہا کہ نقلی بیٹی کا کردار کرلو، میں مان گئی بس یہی کچھ ہے سچ۔'' وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ لیکن یہ سب لحاتی تھا اب وہ دوبارہ سامنے بیٹھ گیا۔

''میں پتا لگالوں گا کہ تمہاری بات میں کتنی سچائی ہے اس لیے اتنا جھوٹ بولنا جتنا درد سہنے کی طاقت ہو۔'' وہ بولا تو اس نے سر ہلا دیا۔ اندر سے اس کی حالت پتلی ہو رہی تھی۔ اسے جلد ہی علم ہو جاتا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے تو بس آگے کی صورت حال واضح تھی اب بس یہی دعا کر رہی تھی کہ کسی طریقے سے انکل طاہر کو اس کا علم ہو جائے۔

''اب وہ سب کچھ بتاؤ جو تم یوسف مرزا اور شجاع احمد کے بارے میں جانتی ہو؟''

''میں کچھ نہیں جانتی۔''

''کیا تمہیں ڈوز کی ضرورت ہے۔'' وہ دوبارہ چھری ہلا کر بولا۔

''نہیں، بتاتی ہوں۔'' وہ آہستگی سے ان دونوں کے بارے میں اسے بتانے لگی۔

☆☆☆

سالار کے ہونٹوں پر شاطرانہ مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں انتقام کی چمک۔ وہ ایک بڑی اسکرین کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ایک درمیانے سائز کے ہال کمرے کا منظر تھا جس میں ایک شیشے کی میز کے گرد شہر کے معزز لوگ بیٹھے تھے۔ بظاہر یہ چار بزنس مین تھے لیکن پس پردہ اسلحے کی ناجائز خرید و فروخت میں ملوث تھے۔ ان سب کی فیملیز تھیں لیکن یہ دوسروں کے گھر اجاڑنے میں مصروف تھے۔ ملک میں مصروف دہشت گرد عناصر کو اسلحہ فراہم کرتے تھے ان سب نے مل کر اپنا ایک سربراہ چن رکھا تھا۔ ہر تین ماہ بعد [illegible]

بزنس سے متعلقہ فائدوں اور گھاٹوں کی بنیاد پر نیا لائحہ عمل تیار کرتے اس پر عمل درآمد کی ذمہ داری ٹیم کے سربراہ کی تھی جو کہ آج کل شجاع احمد کے ذمے تھی۔ آج کی میٹنگ ہنگامی بنیادوں پر کال کی گئی تھی۔ چاروں بزنس مین آچکے تھے سربراہ یعنی شجاع احمد کا انتظار ہو رہا تھا۔ چاروں کے چہروں پر گمبھیر خاموشی چھائی تھی۔ سچویشن کافی سیریس تھی۔ انہیں مصدقہ ذرائع سے اطلاع ملی تھیں کہ شجاع احمد ان کے ساتھ غداری کر رہا ہے اس یقین کے پیچھے مسلسل ناکامیوں کی وجوہات تھیں۔ پچھلے سات مہینوں میں ان کے پانچ کنٹینرز پولیس نے چھاپے مار کر حاصل کرلیے تھے۔ یہ ان سب کے لیے پریشانی کی بات تھی یا تو پولیس کو ان کا علم ہو گیا تھا یا پھر کسی نے غداری کی تھی اور اب اس غدار کا انہیں علم ہو گیا تھا۔

ٹھیک دو منٹ کے مزید انتظار کے بعد شجاع احمد ایک چھوٹا سا بریف کیس اٹھائے کمرے میں داخل ہوا۔ ان چاروں پر نظر پڑی تو وہ معذرت کرتا اپنی چیئر پر بیٹھ گیا۔

''میرے دوست کی بیٹی کو کسی نے اغوا کرلیا ہے، اس کی بازیابی کی کوششوں میں مصروف تھا اس لیے دیر ہوئی۔'' اس نے اپنے دیر سے آنے کی وضاحت کی۔

''تو کیا مل گئی اس کی بیٹی؟'' رانا سرفراز نامی بزنس مین نے چبھتے لہجے میں سوال کیا۔

''نہیں ابھی نہیں اس لیے میں جلد واپس جاؤں گا، ویسے بھی میں حیران ہوں اس ہنگامی ملاقات کی ضرورت کیوں پیش آئی کیا اس غدار کا علم ہو گیا؟'' وہ قدرے متجسس سے بولا کیونکہ پچھلی میٹنگ میں یہی بات طے ہوئی تھی کہ جلد از جلد اس آدمی کا پتا لگائیں گے جو پوری ٹیم کو متاثر کر رہا تھا۔ اس لیے ان حالات میں وہ یہی سمجھا کہ انہیں پتا چل گیا ہے کہ ان کے ساتھ کون دھوکا دے رہا ہے۔

''ہاں علم ہو گیا۔'' دلاور نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر سرسراتے لہجے میں کہا۔

''ویری گریٹ۔'' وہ خوش ہوا۔ ''کون ہے وہ غدار میں اسے اپنے ہاتھوں سے جہنم رسید کروں گا۔''

''ہمارا بھی یہی ارادہ ہے۔'' رانا سرفراز کے لہجے کی چبھن نے اسے چونکایا لیکن اس نے نظر انداز کیا۔

''تو پھر کہاں ہے وہ سامنے لاؤ اس خبیث کو۔''

''سامنے ہی تو ہے۔'' چاروں بیک وقت بولے تو وہ حیرانی سے فق چہرہ لیے انہیں دیکھنے لگا۔ ''کیا مطلب؟'' ''مطلب [illegible] ہی تو تم جیسے غدار کو بلوایا ہے۔''

www.urdupalace.com

''اسٹاپ دس نان سینس، کیا مذاق ہے یہ؟'' وہ غصے سے دھاڑا۔

''مذاق نہیں حقیقت ہے تم ہی وہ کمینے ہو جو پولیس کے ساتھ مل گئے اور اب ہمیں بھی پکڑوانا چاہتے ہو۔''

''کیا ثبوت ہے تم لوگوں کے پاس؟''

''اپنے ہی ورکرز نے تمہارے خلاف گواہی دی ہے؟''

''یہ میں نہیں مان سکتا یقیناً تم لوگوں نے انہیں خریدا ہے۔'' وہ بے یقینی سے بولا اسی وقت رانا سرفراز کے اشارے پر تین آدمیوں کو اندر بھیجا گیا۔ یہ تینوں شجاع احمد کے اپنے ملازم تھے۔ انہیں دیکھ کر سالار کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ تقریباً آٹھ نو ماہ پہلے اس نے ان آدمیوں کو شجاع کے ورکرز میں شامل کروایا تھا۔ وہ اپنے چچا کا انجام اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتا تھا اس لیے اس کے خاص ملازم نے اس کمرے میں ریکارڈنگ کا بندوبست کیا۔ سالار اس جگہ سے زیادہ دور نہیں تھا بالکل ساتھ والی کوٹھی کے ایک کمرے میں بیٹھا چچا کا متوقع انجام دیکھ رہا تھا۔

''ہاں تو پہچان لیا اپنے آدمیوں کو یا پھر سے شناخت کروائیں۔'' دلاور کا شیطانی قہقہہ گونجا۔

''یہ میرے ہی ورکرز ہیں لیکن انہیں میں نے کچھ... عرصہ پہلے ہی ملازمت دی تھی۔ اس کا مطلب ہے میرے خلاف سازش تیار کی گئی ہے۔'' شجاع احمد سر پکڑ کر بولا۔ رانا کے اشارے پر وہ ملازم باہر نکل گئے۔

''میرا یقین کرو، میں تم لوگوں کو دھوکا دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ گروپ میں نے ہی تشکیل دیا تھا اور اسے بنانے میں برسوں کی محنت ہے، میں کیسے چیٹ کر سکتا ہوں؟''

''وضاحتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بھی جانتے ہو اس کھیل میں معافی کا لفظ نہیں ہوتا۔'' رانا سرد لہجے میں بولا اور اپنا پستول نکال لیا۔

''ٹھہرو رانا اتنی جلدی کیا ہے اسے ہمارے نئے پارٹنر کا دیدار تو کرا دو۔'' دلاور نے گردن کو خاص انداز میں گھماتے ہوئے کہا اور دروازے پر کھڑے ملازم کو اشارہ کیا، اس نے دروازہ کھولا تو جو شخص اندر داخل ہوا اسے دیکھ کر جہاں شجاع احمد اپنی جگہ پر اچھلا وہیں سالار بھی بری طرح چونکا۔

''کمال۔'' شجاع احمد کے لبوں سے لرزتے ہوئے نکلا۔

''سرپرائز......'' کمال نے اندر آ کر مسکراتے ہوئے شجاع احمد کو دیکھ کر کہا۔

''تم، کمینے انسان یہ سارا جال تم نے ہی بچھایا ہے۔'' شجاع اس کی طرف جھپٹا لیکن دو اسلحہ بردار گارڈز نے اسے جکڑ لیا۔

''وقت ختم ہوا جانِ من۔'' کمال اطمینان سے بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''تمہارا انجام دیکھنے کا علم ہوا تو سوچا تمہاری خالی کرسی سنبھال لوں۔''

''میں تو جا رہا تھا یہ ملک چھوڑ کر بدلے میں صرف تمہیں کچھ مزہ چکھانا چاہتا تھا لیکن رات کو بڑی اچھی آفر ہوئی۔'' وہ رانا کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔

''رانا پرانا یار ہے اس کی آفر کو ٹھکرا نہیں سکتا، اس نے تمہارا پتا صاف ہونے کا بتایا تو یقین کرو سب پلاننگ چھوڑ کر دوڑا چلا آیا ہوں۔'' وہ خباثت سے بولا۔

''اس سیٹ کا نیا... حقدار تمہارے جیسا پاپی ہی ہو سکتا ہے اسی لیے ہم نے مشورہ کیا اور تم نے آفر قبول کر لی۔'' رانا نے کمال کے یہاں ہونے کی وجہ بتائی۔ شجاع احمد کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کمال کا خون پی جائے اور باقی چاروں کو بھون ڈالے۔

''چلو اب گڈ بائے کا وقت آ گیا ہے، کافی فلم دیکھ لی۔'' ان پانچوں نے اپنے پستول اس پر تان لیے۔

''یہ دھوکا ہے کمال کی چال ہے، میں تم جیسے غداروں کو برسوں پالتا رہا۔''

''میں نے دھوکا نہیں دیا یقین کر سکتے ہو تو کر لو ورنہ مجھے اعتراف کرنے میں کیا مضائقہ ہوتا لیکن ایک اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔'' کمال بولا۔

''تمہارے بھتیجے کو تمہاری بھابی کے قتل کی ویڈیو میں نے ہی بھیجی تھی۔'' اس نے آنکھ مار کر کہا۔ ''سوچا وہ ننھا منا بزنس مین تمہیں خود ہی اوپر پہنچا دے گا لیکن احمق نکلا تمہارے جیسا بزدل مگر اوپر والے کا انصاف دیکھو تمہیں تمہاری کمینگی کی سزا میرے ہی ہاتھوں ولوا رہا ہے۔'' کمال نے شجاع کی دائیں ٹانگ پر گولی ماری۔ تکلیف کی شدت سے وہ بلبلا اٹھا۔

''تمہارے بیٹے کو میری داشتہ عنقریب پھنسا ہی لے گی اپنے جال میں پھر تمہاری دولت پر میرا ہی قبضہ ہو گا یہ اس لیے بتا رہا ہوں تاکہ تم پریشان مت ہو کہ تمہارے اور تمہارے بھتیجے کے مرنے کے بعد تمہاری دولت ضائع ہو گی، وہ میرے محفوظ ہاتھوں میں ہو گی۔''

''میرے بھتیجے سے دور رہو خبردار تم نے اس کی طرف اپنی غلط نظروں سے دیکھا بھی۔'' تکلیف کے باوجود وہ

www.urdupalace.com

غصے کی شدت سے بولا۔

"انجام تم دیکھ نہیں سکو گے لیکن بے فکر رہو اسے میں نہیں عفیفہ مارے گی کیونکہ میں نے اس کے ذہن میں بچپن سے سالار کے باپ کے بارے میں غلط فہمی ڈالی ہے۔ وہ یہ جانتی ہے کہ اس کی ماں کو کس نے مارا تھا، وہ سالار سے شدید نفرت کرتی ہے اس کی دولت پر قبضہ کرتے ہی اپنے ہاتھوں سے مارے گی۔" کمال کا انکشاف دل ہلا دینے والا تھا۔ سالار اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ اسی وقت سب نے اپنے اپنے پستولوں سے اسے بھون کر رکھ دیا۔

"مرو گے تم کتے۔" آخری الفاظ شجاع کے منہ میں ہی رہ گئے اور وہ گر گیا۔ سالار کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکلنے لگے۔ وہ ارادہ کر چکا تھا کہ ان لوگوں کو عنقریب پکڑوا دے گا اس کے پاس سب کے بارے میں ثبوت بھی تھے اور ان کے پتے بھی جانتا تھا۔ جیسا انجام اس کے چچا کا ہوا تھا ویسا ہی وہ ان کا بھی دیکھنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت "ہینڈز اپ۔" کی آواز پر اس نے چونک کر اسکرین کی طرف دیکھا۔ پولیس ان سب کو گھیرے کھڑی تھی۔ آناً فاناً سب کو ہتھکڑیاں لگائی گئیں۔ پھر دروازے سے ایک لڑکی اندر آئی اور دوڑ کر شجاع احمد کی طرف بڑھی۔

وہ شجاع احمد کے پاس اکڑوں بیٹھ کر رونے لگی۔ سالار منہ کھولے اس لڑکی کو دیکھنے لگا، یہ بلاشبہ حنا تھی۔ وہ ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔ ملزموں کو گرفتار کر کے لے جایا گیا۔ ایک سول لباس میں ملبوس شخص حنا کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ افسردگی سے اسے روتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"ہمیں دیر ہو گئی انکل، انہوں نے بابا کو مار دیا۔"

"برے کاموں کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے بیٹا۔"

"میں اس لیے آئی تھی کہ انہیں گرفتار ہوتا دیکھ سکوں وہ پکڑے جاتے جیل چلے جاتے تو سکون میں رہتی کہ وہ زندہ تو ہیں لیکن اب انہیں کبھی بابا نہیں کہہ سکوں گی۔" اچانک رونما ہونے والی خونی صورتِ حال نے اسے افسردہ کر دیا تھا۔

"رونا نہیں تم میری بہادر بیٹی ہو آج تمہاری وجہ سے ہم اس خطرناک گروہ کو پکڑنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔"

"لیکن انکل طاہر میں انہیں بابا کہہ کر پکارنا چاہتی تھی۔ انہیں بتانا چاہتی تھی کہ میں ان سے اتنی نفرت نہیں کرتی ... جتنی وہ سمجھتے ہیں۔" روتی بلبلاتی وہ لڑکی حنا اس کے چچا کی بیٹی تھی۔ یہ انکشاف سالار کو حیران کیے ہوئے تھا۔ اسی بیٹی نے اپنے باپ اور اس کے گروہ کا پتا لگایا تھا، یہ دوسرا انکشاف تھا۔ وہ اپنی کیف[illegible]

مسلسل اسکرین پر تھیں۔ کچھ ہی دیر میں وہاں کمرا خالی ہو گیا۔ خالی کمرے کی طرح جیسے سالار کا ذہن بھی خالی ہو گیا۔ آج اگر وہ اس کمرے میں بیٹھا یہ سب کچھ نہ دیکھ رہا ہوتا تو اتنے رازوں سے پردہ نہ اٹھتا۔ عفیفہ پر وہ یقین کرنے لگا تھا لیکن وہ اس کے باپ کو اپنی ماں کا قاتل سمجھتی تھی اور اسی وجہ کی بنیاد پر اس کے قریب ہوئی تھی تاکہ بدلہ لے سکے، اس کا پورا وجود پسینے میں شرابور ہو گیا۔ چچا کے لیے بچھائی گئی بساط نے آج کتنے چہروں کو بے نقاب کیا تھا۔ اس نے اٹھ کر اسکرین آف کی اور بمشکل گیراج میں کھڑی گاڑی تک پہنچا۔

☆☆☆

شجاع احمد کی تدفین پر سالار نے اپنے چچا کی پہلی بیوی ریشم کو بھی دیکھا۔ وہ جنہیں مردہ سمجھ چکا تھا، وہ زندہ تھیں۔ ایس ایس پی شجاعت کے ساتھ کھڑے طاہر نے حنا کو اپنے ساتھ لپٹا رکھا تھا۔ پھر وہ اسے ساتھ لیے سالار کی جانب بڑھا، وہ کچھ دیر کھڑا انہی کو دیکھ رہا تھا۔

"بیٹا یہ تمہاری کزن ہے شجاع احمد کی بیٹی۔" انہوں نے اپنی طرف سے انکشاف کیا۔ سالار سمجھ گیا کہ کیوں وہ اسے ہمیشہ دیکھی دیکھی لگتی تھی کیونکہ آج وہ لینسز کے بغیر کھڑی تھی اور ہو بہو شجاع احمد جیسی لگ رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں۔" وہ بولا تو طاہر کے ساتھ ساتھ حنا نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔ ایس ایس پی شجاع بھی وہیں آ گیا۔ "ہمیں افسوس ہوا شجاع صاحب کی اس طرح کی موت کا۔"

"مجھے آپ کے سامنے اعتراف کرنا ہے ایس ایس پی صاحب۔" وہ قدرے نادم لہجے میں بولا۔

"ہم جانتے ہیں تمہارے اعتراف کو۔" ایس ایس پی نے کہا تو سالار نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا۔

"تم نے جو خط عفیفہ کو دیا تھا وہ حنا نے اس کی پاکٹ سے چرا لیا، یہ ہمارے ہی لیے کام کر رہی تھی۔" ایس ایس پی کے کہنے پر اس نے حیرانی سے حنا کو دیکھا۔ "اس خط سے ہمیں اندازا ہوا کہ تم نے شجاع کا گھیراؤ کرنے کا ارادہ کیا ہے ہم وقت پر وہاں پہنچ جاتے لیکن حنا کو بازیاب کروانے میں دیر ہو گئی۔" ایس ایس پی کے کہنے پر سالار کو یاد آیا اس کے چچا نے آتے ہی اپنے دوست کی بیٹی کے اغوا کا ذکر کیا تھا۔

"لیکن تمہیں کس نے اغواہ کیا، انکل کمال تو وہیں تھے۔"

[illegible] خط چرایا تھا۔"

www.urdupalace.com

''عفیفہ!'' سالار کے ہونٹوں سے نکلا۔
''بالکل صحیح اس نے اپنے عاشق کی مدد سے اسے اغوا کروایا تھا۔ ہمارے بندوں نے جلد ہی حنا کو بازیاب کروالیا۔''
''عاشق!'' لفظ عاشق پر وہ چونکا۔
''ہاں وہ کافی عرصے سے کمال کو بے وقوف بنا رہی تھی، رات کمال وغیرہ کو گرفتار کر کے ہم نے اس کا بیان لیا تھا وہ اعتراف کر چکی ہے کہ وہ تمہیں بھی لوٹنا چاہتی تھی، تمہاری اور کمال کی دولت پر قبضہ کر کے وہ اپنے عاشق کے ساتھ اس ملک سے فرار ہونے والی تھی۔ لیکن فیصل نامی وہ لڑکا اب اس سے بدظن ہو چکا ہے اس کو نہیں پتا تھا وہ کمال کی داشتہ تھی۔''
''او مائی گڈنیس، وہ چالاک لڑکی سب کو فول بنا رہی تھی لیکن اس نے حنا کو کیوں اغوا کیا۔''
''سامنے کی بات ہے۔'' طاہر بولا۔ ''وہ نہیں چاہتی تھی کہ حنا اس کے راستے کی رکاوٹ بنے تمہارا رجحان حنا کی طرف بڑھ رہا تھا اور یہ بات اسے مشکوک کرنے لگی۔ حنا کو کچھ دن غائب رکھ کر اپنا پلان کامیاب ہوتے ہی وہ اسے مار دیتے۔'' طاہر کے بتانے پر اس نے حنا کی جانب دیکھا، وہ رنجیدہ سی کھڑی تھی۔
''جہاں تک تمہارا تعلق ہے تم نے بھی اگرچہ براہ راست قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا لیکن بلاواسطہ ایسا کیا، شجاع کا امیج اس کے گروپ میں تمہاری وجہ سے خراب ہوا اور نتیجہ انہوں نے اسے بھیانک موت دی لیکن اچھا یہ ہوتا کہ تم پولیس کو انفارم کرتے۔''
''چچا نے میرے ماں باپ کو قتل کروایا اتنا تو میرا حق بنتا تھا کہ ان کو ان کے انجام تک پہنچاؤں۔'' سالار اعتماد سے بولا۔ ''یقین جانیے مجھے ذرہ برابر افسوس نہیں ہوا ان کی موت کا، آپ مجھے خوشی سے گرفتار کر سکتے ہیں لیکن میں عنقریب رانا سرفراز اور دلاور وغیرہ کو پکڑوانے کا ارادہ کر چکا تھا۔''
''ہمیں تمہاری بات پر یقین ہے کیونکہ تمہاری وجہ سے ہی ہم اسلحے کے کنٹینرز کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے چونکہ تم قانون کا ساتھ دیتے رہے ہو اسی لیے تمہیں معاف کیا گیا ہے۔'' ایس ایس پی بولا تو سالار نے مسرت سے انہیں دیکھا۔
''مجھے تم دونوں پر فخر ہے جب تک ہماری نوجوان نسل تم دونوں جیسا جذبہ دکھاتی رہے گی تب تک یقین کرو اس وطن کو کچھ نہیں ہونے والا۔'' بریگیڈیئر الیاس کے

وقت حنا اور سالار کے جذبوں کو سراہا۔ اور کچھ دیر میں ایس ایس پی کے ہمراہ چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی سالار نے قدرے سنجیدگی سے حنا کی طرف دیکھا۔
''تم نے سب کچھ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔'' سوال میں شکوہ کا عنصر نمایاں تھا۔
''تم نے بھی تو کچھ نہیں بتایا۔'' وہ ترچھی نظروں سے دیکھ کر بولی۔
''مجھے پتا ہوتا کہ تم میری سوئٹ سی کزن ہو اور پولیس کے ساتھ مل کر اپنے ہی بابا کو پکڑوانے آئی تو یقین کرو سب سے پہلے تمہیں ہی بتاتا۔''
''میں بھی ایسا ہی مظاہرہ کرتی اگر مجھے تمہاری مکمل بے گناہی کا پہلے علم ہوتا۔''
''کیا مطلب۔''
''مطلب یہ کہ میں اور انکل طاہر وغیرہ یہی سمجھتے تھے کہ تم بھی بابا کے اس کام میں شامل ہو۔''
''کیا بات ہے اور میں میڈم کو خوامخواہ ہی ذہین سمجھتا رہا۔''
''ذہین میں بھی تمہیں سمجھتی رہی لیکن عفیفہ جیسی آنٹی تمہیں بے وقوف بناتی رہی۔''
''مرد بیچارے خواتین کے معاملے میں بے وقوف ہی ہوتے ہیں۔''
''آہم۔'' وہ بھویں اچکا کر شرارتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ ''تو پھر مزید بے وقوف بننے کے لیے تیار ہو۔''
''اگر تم بناؤ گی تو سر کے بل بنوں گا۔'' وہ شریر ہوا۔ اسی وقت ریشم ان کے پاس آگئی۔
''شجاع زندہ ہوتے تو تم دونوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ان کی دلی آرزو تھی کہ اپنی آنکھوں کے سامنے تم دونوں کو ایک ہوتا دیکھتے۔'' وہ جہاندیدہ عورت تھی۔ دونوں کی پسندیدگی ان کی آنکھوں سے پڑھ چکی تھی۔ دونوں نے اپنے، اپنے دل میں عہد کیا کہ وہ اپنے چچا اور بابا کی خواہش کو ضرور پورا کریں گے کیونکہ وہ جیسے بھی تھے ان سے حقیقی معنوں میں دل سے پیار کرتے تھے۔ پیار ان دونوں کو بھی تھا لیکن صرف اسی وجہ کی بنا پر وہ ہزاروں بے گناہوں کے قاتل کو معاف نہیں کر سکتے تھے۔ بدی بری بلا کی طرح انسان کے گرد اس کے اپنے ہی اعمال کا جال بنتی رہتی ہے اور ایک دن انسان انہی اعمال کے شکنجے میں بری طرح پھنس جاتا ہے یہی مکافات عمل ہے۔

www.urdupalace.com